بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمال و حسن قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

تبلیغی، تربیتی اور تعلیمی دینی مجلّہ

ماہنامہ الفرقان ربوہ

عیسائیت نمبر

اکتوبر، نومبر ۱۹۶۲ء — جمادی الاولیٰ جمادی الثانیہ ۱۳۸۲ھ

(ایڈیٹر)

ابو العطاء جالندھری

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت ...... چھ روپے
دیگر ممالک ...... تیرہ شلنگ

تاریخ اشاعت
ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ مقرر ہے

(اس عیسائیت نمبر کی قیمت سوا روپیہ ہے)

عیسائی صاحبان کو دردمندانہ دعوت

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُر معارف کلام میں سے)

آؤ عیسائیو اِدھر آؤ ۔۔۔ نورِ حق دیکھو راہِ حق پاؤ

جس قدر خوبیاں ہیں فرقاں میں ۔۔۔ کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ

سر پہ خالق ہے اس کو یاد کرو ۔۔۔ یونہی مخلوق کو نہ بہکاؤ

عیشِ دنیا سدا نہیں پیارو ۔۔۔ اس جہاں کو بقا نہیں پیارو

یہ تو رہنے کی جا نہیں پیارو ۔۔۔ کوئی اس میں رہا نہیں پیارو

اے عزیزو سنو کہ بے قرآں ۔۔۔ حق کو ملتا نہیں کبھی انساں

جس کو اس نور کی خبر ہی نہیں ۔۔۔ اس پہ اس یار کی نظر ہی نہیں

ہے یہ فرقاں میں اک عجیب اثر ۔۔۔ کہ بناتا ہے عاشقِ دلبر

دل میں ہر وقت نور بھرتا ہے ۔۔۔ سینہ کو خوب صاف کرتا ہے

بحرِ حکمت ہے وہ کلام تمام ۔۔۔ عشقِ حق کا پلا رہا ہے جام

دردمندوں کی ہے دوا وہی ایک ۔۔۔ ہے خدا سے خدا نما وہی ایک

ہم نے پایا خورِ ہدیٰ وہی ایک ۔۔۔ ہم نے دیکھا ہے دلربا وہی ایک

اس کے منکر جو بات کہتے ہیں ۔۔۔ یونہی اک واہیات کہتے ہیں

بات جب ہو کہ میرے پاس آویں ۔۔۔ میرے مُنہ پر وہ بات کہہ جاویں

مجھ سے اس دلستاں کا حال سُنیں ۔۔۔ مجھ سے وہ صورت و جمال سُنیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ فُرۡقَانًا

تربیتی و تبلیغی مجلہ

ماہنامہ الفرقان ربوہ

عیسائیت نمبر

اکتوبر، نومبر ۱۹۶۲ء

ایڈیٹر ابو العطاء جالندھری

سالانہ بدل اشتراک

پاکستان و بھارت ..... چھ روپے

دیگر ممالک ..... تیرہ شلنگ

عیسائیت نمبر ..... سوا روپیہ

عام اشاعت فی پرچہ ..... آٹھ آنے

چندہ بہرحال بنام مینیجر الفرقان ربوہ پیشگی آنا چاہیئے !!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصہ مندرجات

مضمون	صاحبِ مضمون	صفحہ
• عیسائی صاحبان کو دردمندانہ دعوت (نظم)	کلام حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام	ٹائٹل پیج
• آخر توحید کی فتح ہوگی (تین سو سال میں اسلام ساری دنیا پر غالب آجائے گا)	پیشگوئی 〃 〃 〃 〃	ص۴
• قرآن مجید اور عیسائیت (اسلام اور عیسائیت کا موازنہ)	ایڈیٹر	ص۵
• کسرِ صلیب کے لئے کامیاب ترین قرآنی حربہ	〃	ص۹
• کسرِ صلیب کے لئے متضرعانہ دعائیں (عربی اشعار)	حضرت مسیح موعود علیہ السلام	ص۱۵
• لاہور میں آریوں سے تقریب مناظرات —— (آریہ پنڈت نے پادری کے مقابل احمدیہ دلائل استعمال کئے)	حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی	ص۱۷
• نعرۂ توحید (نظم)	حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل	ص۱۹
• شذرات	ایڈیٹر	ص۲۰
• جناب پادری عبد الحق صاحب کے نام ایک اور کھلی چٹھی (صلیبی موت اور آمد ثانی پر تحریری مناظرہ)	ابو العطاء	ص۲۳
• حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے بڑھاپے کی تصاویر	مکرم جناب شیخ عبد القادر صاحب لائلپوری	ص۲۵
• بائیبل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح بشارت	جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے لاہور	ص۲۹
• قربانی کا نظریہ اور اسکی صفات (عیسائیت کا مسئلہ کفارہ)	جناب ملک محمد مستقیم صاحب ایڈووکیٹ منٹگمری	ص۳۳
کسرِ صلیب کی تکمیل اور ہمارا فرض	جناب ڈاکٹر محمد رمضان صاحب پشتر	ص۴۰
• کفارہ (نظم)	مکرم جناب آفتاب احمد صاحب بسمل کراچی	ص۴۱
• کارآمد حوالہ جات (مسیحیوں سے تبلیغی گفتگو میں استعمال ہونے والے مفید حوالہ جات)	شعبہ موازنہ مذاہب جامعہ احمدیہ	ص۴۲
• کچھ کفارہ کے متعلق	جناب ملک فضل کریم خان صاحب تبسّم بی۔اے لاہور	ص۴۶
• مشہور پادری عبد القیوم صاحب کی عہد شکنی کی سرگذشت	مکرم جناب شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت کوئٹہ	ص۴۷
• حضرت امام ابن القیم کا عیسائیوں سے سوال (عربی قصیدہ)	جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب منگلا فاضل	ص۵۱
• موجودہ عیسائیت عقل کی کسوٹی پر	محترم جناب صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب بی۔اے	ص۵۲

مضمون	مضمون نگار	صفحہ
• بائبل میں خداوند کا حلیہ —— (ایک اعتراض کا جواب)	جناب چوہدری سردار خان صاحب موانگی	ص۶۷
• معجزات یسوع کے متعلق ایک نکتہ	جناب مولانا محمد صادق صاحب سابق مبلغ سماٹرا و ملایا	ص۷۱
• بائبل کی الہامی حیثیت —— (چند مسیحی محققین کے علمی و تحقیقی بیانات)	جناب محمد اعظم صاحب اکسیر متعلم جامعہ احمدیہ	ص۷۲
• حضرت مسیحؑ کے متعلق درمیانی راستہ	جناب مولوی برکت اللہ صاحب محمود مربی سلسلہ حیدرآباد	ص۷۵
• عیسائیوں کے بنیادی عقائد سکھ گورو صاحبان کی نظر میں	مکرم جناب گیانی عباد اللہ صاحب گیانی	ص۷۹
• شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا عیسائی پادری سے دلچسپ مناظرہ	مکرم جناب مولوی عزیز الرحمن صاحب منگلا	ص۸۲
• حضرت مسیحؑ صرف بنی اسرائیل کے رسول ہیں۔ (انجیلی حوالہ جات کی روشنی میں)	مکرم جناب گیانی واحد حسین صاحب فاضل	ص۸۳
• عمانوایل کا مصداق کون ہے؟	محترم حضرت قاضی محمد یوسف صاحب مردان	ص۸۵
• حضرت مسیحؑ کا مقام خود ان کی نظر میں	مکرم عطاء الکریم صاحب شاہد بی۔اے واقف زندگی	ص۸۷
• پولوس —— موجودہ عیسائیت کا بانی	مکرم جناب مولوی محمد اجمل صاحب شاہد مربی سلسلہ پشاور	ص۸۹
• امت محمدیہ حضرت مسیح ناصریؑ کی محتاج نہیں	حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ	ص۹۵

بشارتِ عظمیٰ

آخر توحید کی فتح ہوگی

تین صدیوں کے اندر اندر اسلام روئے زمین پر غالب آجائے گا

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :-

(۱) "میں ہر دم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے۔ میرا دل مُردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے۔ میں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر و توانا مجھے تسلی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے۔"

(الاشتہار - ۴ر جنوری ۱۸۹۷ء)

---

(۲) "قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کند ہو گا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔"

(الاشتہار مؤرخہ ۱۴ر جنوری ۱۸۹۷ء)

---

(۳) "ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہو گی کہ عیسیٰؑ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نا امید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اب وہ بڑھے گا اور پھُولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین مطبوعہ ۱۹۰۳ء)

اداریہ

قرآن مجید اور عیسائیت

اسلام اور مسیحیت کا موازنہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس مشن کو لے کر آئے تھے اگر اسے عیسائیت قرار دیا جائے ——— اور حقیقتاً اسی مشن کو عیسائیت کہنا چاہیئے ——— تو عیسائیت اور اسلام میں کوئی تضاد نہیں۔ قرآن مجید کو اس عیسائیت سے کوئی اختلاف نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلسلہ موسویہ کے وہ آخری پیغمبر ہیں جنہوں نے بنی اسرائیل کو موعود کل ادیان پیغمبر آخر الزمان سرور کونین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی واضح خوشخبری دی نیز بنی اسرائیل کو مخاطب کرکے فرمایا کہ:-

"میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت
تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو
جو اس کے پھل لائے دیدی جائے گی
اور جو اس پتھر پر گرے گا اس کے
ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے مگر جس پر
وہ گرے گا اُسے پیس ڈالے گا"

(متی ۲۱ / ۴۴-۴۳)

اس صحیح مسیحیت سے قرآن مجید کو بنیادی طور پر کوئی اختلاف نہیں بلکہ اسلام اس حقیقی عیسائیت کا مصدق اور اس کی تکمیل کرنے والا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تورات انجیل کی پیشگوئیوں کے مطابق ظاہر ہونے والے النبی الاُمی ہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ عیسائیت حضرت مسیح کے بعد اپنی اصلیت پر قائم نہ رہی۔ اس کے عقائد و اعمال میں زمین و آسمان کا فرق پیدا ہو گیا۔ مذہبی دنیا کا یہ بہت بڑا تاریخی المیہ ہے کہ حضرت مسیح جو بنی اسرائیل کو توحید کا سبق دینے آئے تھے ان کے کچھ نام لیوا پیرؤوں نے انہی کو خدا قرار دیدیا۔ انہیں خدا کا بیٹا ٹھہرایا۔ توحید کی بجائے تثلیث کے ماننے والے بن گئے۔

حضرت مسیح کے بعد چھٹی صدی میں جب قرآن مجید کا نزول ہوا تو اس وقت اصلی عیسائیت کی شکل بالکل مسخ ہو چکی تھی صحیح عقائد و اعمال والے نصاریٰ کا وجود کبریت احمر کے حکم میں تھا۔ اسلئے قرآن مجید نے حضرت مسیح کا احترام بطور نبی اور رسول قائم فرماتے ہوئے ان کی طرف منسوب کئے گئے دوسرے تمام غلط عقائد کی مدلّل اور مبرہن تردید فرمائی ہے۔ پادری صاحبان اپنی ہزار کوششوں اور ہر نوع کی جد و جہد کے باوجود قرآنی دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکے اور نہ آج کر سکتے ہیں۔ ان کے دلوں میں شروع سے قرآن مجید، اسلام اور حضرت بانی اسلام علیہ التحیۃ والسلام سے بے انتہا بغض رہا ہے اور وہ ہمیشہ کوشش کرتے رہے ہیں کہ کسی طرح حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو گرا کر حضرت مسیح کو آپ سے افضل و برتر ثابت کریں۔ اسی مقصد کے لئے وہ اہل اسلام سے اندرونی طور پر مسلمانوں

ہیں حیاتِ مسیح کے غلط عقیدہ کی ترویج کرتے رہے ہیں مصر کے مشہور عالم علامہ رشید رضا ایڈیٹر "المنار" اس عقیدہ کے متعلق لکھتے ہیں :-

"انما ھی عقیدۃ اکثر النصاری
وقد حاولوا فی کل زمان منذ
ظھور الاسلام بثّھا فی المسلمین"

ترجمہ :- یہ صرف اکثر عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔
عیسائیوں نے اسلام کے آغاز سے ہی
ہر زمانہ میں پوری کوشش کی ہے کہ اسے
مسلمانوں میں پھیلائیں" (رسالہ المنار
مطبوعہ مصر جلد ۲۸ نمبر ۱)

قرآن مجید نے نصاریٰ کے غلط عقائد کی تردید فرمائی ہے اور اپنے ہر دعویٰ کو دلیل سے ثابت کیا ہے۔ ذیل میں ہم موجودہ عیسائیت اور اسلام میں بنیادی موازنہ پیش کرتے ہیں :-

اوّل۔ موجودہ عیسائیت کہتی ہے کہ حضرت مسیح کا مشن عالمگیر تھا اور آپ صرف بنی اسرائیل کے لئے نہ آئے تھے بلکہ ساری دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تھے مگر قرآن مجید فرماتا ہے ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل (آل عمران : ۴۹) کہ حضرت مسیح کی رسالت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی، عالمگیر ہرگز نہ تھی۔ اناجیل سے بھی موجودہ عیسائیت کی بجائے قرآن مجید کے بیان کی تائید ہوتی ہے لکھا ہے :-

(۱) "اس (مسیح) نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" (متی ۱۵/۲۴)

(۲) "ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور انہیں حکم دے کے کہا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا" (متی ۱۰/۵-۶)

دوم۔ موجودہ عیسائیت نے حضرت مریم والدۂ حضرت مسیح کے متعلق دو متضاد نظریے قائم کر رکھے ہیں۔ رومن کیتھولک حضرت مریم کو باقاعدہ طور پر معبود قرار دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے لکھا ہے کہ "رومن کیتھولک لوگ اپنے دل کے کفر سے مریم کو خدا کی ماں قرار دیتے ہیں" (جنگ مقدس صفحہ ۹۵) اور دوسری طرف دوسرے عیسائی محرف انجیل کے حوالہ :- "کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی ؟ اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں" (متی ۱۲/۴۸-۵۰) کی وجہ سے خیال کرتے ہیں کہ حضرت مریم شروع میں حضرت مسیح پر ایمان نہ لائی تھیں۔

مگر قرآن مجید فرماتا ہے ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ (المائدہ : ۷۶) کہ حضرت مسیح صرف رسول ہیں خدا نہیں ہیں ان کی والدہ ان پر ایمان لانے والی مومنہ اور نیک عورت تھیں۔ صاف ظاہر ہے کہ

قرآن مجید نے جہاں حضرت مسیحؑ کی نبوت و رسالت کی تصدیق فرمائی ہے وہاں اس نے حضرت مریمؑ کی صدیقیت کا بھی اعلان فرمایا ہے۔

سوم۔ حضرت مسیحؑ کی بے باپ ولادت کی وجہ سے یہود نے حضرت مریمؑ پر بہتان باندھا اور موجودہ عیسائیت نے اس بے باپ ولادت کو الوہیت مسیحؑ کی دلیل گردانا۔ قرآن مجید نے فرمایا: اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (آل عمران: ۵۹) کہ مسیحؑ کی مثال اللہ کے ہاں آدمؑ کی مثال ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو مٹی سے بغیر باپ کے کُنْ کہہ کر پیدا فرما دیا اسی طرح اس نے مسیحؑ کو حضرت مریمؑ سے بغیر باپ کے کُنْ کہہ کر پیدا کر دیا۔

چہارم۔ موجودہ عیسائیت مسیحؑ کو مجسم خدا قرار دیتی ہے، اسے اللہ کا بیٹا ٹھہراتی ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ (المائدہ: ۷۲) وہ لوگ یقیناً مسیحؑ کی باتوں کے بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ قابل عبادت مسیح بن مریم ہی ہے حالانکہ مسیحؑ نے بنی اسرائیل سے یہ کہا تھا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔

پنجم۔ عیسائیت تثلیث کی علمبردار ہے لیکن قرآن مجید کا اعلان ہے لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّآ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (المائدہ: ۷۴) کہ وہ لوگ یقیناً کفر کر رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تینوں خداؤں میں سے تیسرا خدا ہے حالانکہ خدا صرف ایک ہی ہے۔

ششم۔ عیسائیت کہتی ہے کہ انبیاء و مرسلین صرف بنی اسرائیل میں سے ہوئے ہیں (رومیوں ۹ : ۴) لیکن قرآن مجید میں ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ (فاطر: ۲۴) کہ ہر قوم میں پیغمبر گزرے ہیں۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل: ۳۶) ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا ہے جو یہ کہتا تھا کہ لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے غیر کی پوجا نہ کرو۔ گویا تمام قوموں کے انبیاء صادق اور راستباز تھے اور توحید کے علمبردار۔

ہفتم۔ عیسائیت کہتی ہے کہ سب انبیاء گناہ گار ہیں۔ کوئی معصوم نہیں اور اسی پر اپنے کفارہ کی بنیاد رکھتی ہے مگر قرآن مجید کا اعلان ہے: لَا یَسْبِقُوْنَہٗ بِالْقَوْلِ وَھُمْ بِاَمْرِہٖ یَعْمَلُوْنَ (الانبیاء: ۲۷) کہ انبیاء اللہ تعالیٰ کی قول و فعل میں پوری فرمانبرداری کرتے ہیں۔ گویا سب ہی معصوم اور پاک ہیں۔

ہشتم۔ عیسائیت کہتی ہے کہ مسیحؑ مصلوب ہوئے اور اس وجہ سے لعنتی قرار پائے اور ہمارے گناہوں کا کفارہ بن گئے ہیں۔ قرآن مجید نہ اس بنیاد کو مانتا ہے کہ مسیحؑ صلیب پر مر گئے اور لعنتی ہوئے اور نہ ہی اس اعتقاد کو درست قرار دیتا ہے کہ وہ عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ ہو گئے ہیں۔ فرمایا وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ (النساء: ۱۵۸) کہ یہودی نہ مسیحؑ کو مقتول بنا سکے نہ مصلوب۔

وہ لعنتی نہیں بلکہ خاص مقرب بارگاہ اور مرفوع الی اللہ تھا نیز فرمایا لا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ (الانعام:۱۶۵) کوئی شخص دوسرے کا گناہ نہیں اٹھا سکتا۔

نہم عیسائیت کہتی ہے کہ شریعت لعنت ہے اس سے انسان کو پاکیزگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ شریعت ایک برکت ہے یتلوا علیھم اٰیٰتہٖ ویزکیھم (الجمعہ:۲) اسکے ذریعہ سے تزکیہ نفس ہوتا ہے نیز قرآن مجید کامل شریعت ہے الیوم اکملت لکم دینکم (المائدہ: ۳) اب قرآن مجید کے ذریعہ شریعت کامل ہوگئی۔

دہم عیسائیت کہتی ہے کہ جہنم دائمی اور غیر منقطع ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہے کہ جنت تو بلاشبہ غیر منقطع اور دائمی ہے لیکن جہنم لمبی مدت کے بعد آخر ختم ہو جائے گا اور آخر سب انسان جنت میں رحمت الٰہی کے آغوش میں آ جائیں گے۔

یازدہم عیسائیت کہتی ہے کہ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے جس مثیل موسیٰ کے آنے کی خبر دی تھی وہ عیسیٰ بن مریم ہیں۔ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ وہ موعود مثیل موسیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً (المزمل: ۱۵) اعمال باب ۲ سے قرآنی دعویٰ کی تائید ہوتی ہے۔

دوازدہم عیسائیت کہتی ہے کہ مسیح آسمانوں پر زندہ بیٹھے ہیں اور وہ آخری زمانہ میں آئینگے۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ مسیح وفات پا چکے ہیں وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل (آل عمران: ۱۴۵) آنیوالا موعود امت محمدیہ کا فرد اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہے وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم (النور: ۵۵)

عیسائیت اور اسلام کے عقائد کا یہ مختصر موازنہ ہے۔

حضرت مسیح الزمان علیہ السلام کا
نعرۂ حق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:-

”بھلا کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ جو یہ کہتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔ یاد رکھو وہ زمانہ مجھ سے پہلے ہی گزر گیا۔ اب وہ زمانہ آ گیا جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ رسول محمد عربی جسکو گالیاں دی گئیں جس کے نام کی بے عزتی کی گئی جس کی تکذیب میں بدقسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانہ میں لکھ کر شائع کر دیں وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے۔ اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا مگر آخر اسی رسول کو تاج عزت پہنایا گیا۔“

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷۲)

کسرِ صلیب کے لئے کامیاب ترین قرآنی حربہ

حضرت کاسر الصلیب علیہ السّلام کی تاکیدی وصیت

علماء کا اعتراف کہ "صلیب ٹوٹ گئی"!

قرآن مجید میں آخری زمانہ میں یاجوج و ماجوج کے غلبہ اور دجال کی فتنہ انگیزی کی واضح الفاظ میں خبر دی گئی ہے۔ ان کی علامات اور ان کے عقائد کا بیان بھی مذکور ہے۔ سورہ فاتحہ میں غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کے الفاظ میں عیسائیوں کی گمراہی اور فتنہ انگیزی سے پناہ مانگی گئی ہے۔ قرآن مجید میں یہ بھی پیشگوئی ہے کہ حالات کے انتہائی طور پر ناسازگار ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ ان تمام فتنوں کا قلع قمع فرمائے گا اور آخر توحید کی فتح ہوگی، اور آخر اسلام غالب آئے گا اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے کونے کونے میں وہ عزت و عظمت دی جائے گی جس کے آپ خاتم النبیین ہونے کے باعث مستحق ہیں۔

کسرِ صلیب کی پیشگوئی

احادیثِ نبویہ جو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا مقدس مجموعہ ہیں اگرچہ ان کی تدوین ایک عرصہ بعد ہوئی اور روایت کے سلسلہ میں بعض احادیث میں کچھ غلط فہمیوں کا امکان ہے لیکن ان کی مجموعی شان قرآن مجید کے بعد دنیا کی ہر تاریخ اور ہر تالیف سے محفوظ تر ہے۔ احادیث کی آخری زمانہ کی عظیم پیشگوئیوں نے پورا ہو کر خود احادیث کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

صحاحِ ستّہ میں مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک کچھ عرصہ کے بعد مسلمانوں پر ادبار و نکبت کا دور آئے گا اور جب ایک وقت تک مسیحائی قومیں مسلمانوں پر حکمران رہیں گی اور عیسائی پادری، ان کے مرد اور ان کی عورتیں، اکنافِ عالم میں اسلام کے خلاف صلیبی مذہب کی تبلیغ کرتے رہیں گے اور بہت سے لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کا موجب بنیں گے اور مسلمانوں پر ایک ناامیدی طاری ہو جائے گی۔ تب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسلام کی حفاظت اشاعت اور غلبہ کے لئے محمدی مسیح موعود کو مبعوث فرمائے گا جو تمام فتنوں کا مقابلہ کرے گا۔ دشمنانِ اسلام کا جو اب شدید گا۔ اس کا خاص کام زبانِ مبارک نبوی سے یوں بیان ہوا ہے یکسر الصلیب (بخاری و مسلم) کہ وہ صلیب کو توڑ دیگا۔ شارحینِ حدیث علماء شروع سے اس کے یہی معنے کرتے آئے ہیں ای فیبطل النصرانیۃ ویحکم بالملّۃ الحنیفیۃ (مرقاۃ شرح المشکوٰۃ) کہ مسیح موعود اسلام کی حقانیت اور عیسائیت کا باطل ہونا ثابت کرے گا یعنی وہ قرآن مجید کی روشنی میں صلیبی مذہب کا بطلان واضح کر دے گا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں صلیبی

مذہب کا عروج ہو گا۔

مسیح موعود کا ظہور

تیرھویں صدی ہجری کے آخری حصہ میں یعنی قریباً اسّی نوّے برس پیشتر عیسائیت اپنی پوری طاقت اور اپنے سارے اسلحہ سے اسلام کے مقدس قلعہ پر حملہ آور ہوئی تھی حکومتیں بھی ان کے ہاتھ میں تھیں اور پادریوں کے انبوہ در انبوہ اسلامی ممالک میں پھیل گئے تھے۔ مسلمانوں پر مایوسی کا عالم تھا کہ عیسائیت کی یلغار کو روکے اور اسلام کی حفاظت و اشاعت کیلئے قادیان کی گمنام بستی سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مبعوث فرمایا اور آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ بات تو ہرگز قابلِ تعجب نہ تھی کہ آپ کے دعویٰ ماموریت پر قوم دشمن ہو گئی۔ علماء اور دیگر مذاہب کے لوگ آپ کے مقابل پر کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ ابتدائے آفرینش سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ آسمان سے آنے والے کو زمین کے لوگوں نے شروع شروع میں کبھی قبول نہیں کیا بلکہ اُسے ٹھٹھے اور استہزاء کا نشانہ بناتے رہے ہیں لیکن دیکھنے والی بات یہ تھی کہ آیا قادیان کے اِس مقدس مامور نے سارے علماء سے بڑھ کر اسلام کا دفاع کیا یا نہیں؟ اس نے عیسائیت کی یورش کو روکا یا نہیں؟ حضرت مرزا صاحبؑ کی ساری زندگی گواہ ہے کہ آپ نے دشمنانِ اسلام کے مُنہ بند کر دیئے اور عیسائیوں کے حملوں کا وہ رد کیا کہ انہیں لینے کے دینے پڑ گئے۔ اسی لئے آپؑ کی وفات کے بعد جمہور مسلمانوں کی طرف سے آپؑ کو "فتح نصیب جرنیل" کا خطاب دیا گیا۔[1]

کسرِ صلیب کا کاری حربہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کی تردید میں بہت سے دلائل بیان فرمائے ہیں مگر کسرِ صلیب کے لئے جو کاری حربہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید سے دیا گیا اور جسے اختیار کرنے اور استعمال کرنے کی آپ نے مسلمانوں کو درد مندانہ تلقین فرمائی وہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی طبعی موت کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ آپؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

> "اے میرے دوستو! اب میری ایک آخری وصیت کو سنو اور ایک راز کی بات کہتا ہوں اس کو خوب یاد رکھو کہ تم اپنے ان تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پہلو بدل لو اور عیسائیوں پر یہ ثابت کر دو کہ درحقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکا ہے۔ یہی ایک بحث ہے جس میں فتحیاب ہونے سے تم عیسائی مذہب کی روئے زمین سے صف لپیٹ دو گے۔ تمہیں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے لمبے لمبے جھگڑوں میں اپنے اوقاتِ عزیز کو ضائع کرو۔ صرف مسیح ابن مریم کی وفات پر زور دو اور پُر زور دلائل سے عیسائیوں کو لاجواب اور ساکت کر دو۔ جب تم مسیح کا مُردوں میں داخل ہونا ثابت کر دو گے اور عیسائیوں کے دلوں پر نقش کر دو گے تو اُس دن تم سمجھ لو کہ آج عیسائی مذہب دنیا سے رخصت ہوا۔ یقیناً سمجھو کہ جب تک ان کا خدا فوت نہ ہو۔ ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا اور دوسری تمام بحثیں ان کے ساتھ عبث ہیں۔

[1] اخبار وکیل امرتسر

ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ اس ستون کو پاش پاش کرو۔ پھر نظر اٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کرے اور یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہوا چلا دے اس لئے اس نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ ۱۳۰۸ ہجری)

جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا اعتراف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت نے عیسائی پادریوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ عیسائی پادری عام مسلمانوں کو اپنا شکار سمجھتے تھے کیونکہ وہ حضرت مسیح کے آسمانوں پر زندہ ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح ناصری صلیب کی موت سے بچ گئے تھے اسلئے کفارہ کی بنیاد ہی باطل ہے۔ ہاں البتہ وہ بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں" کو تبلیغ کرتے ہوئے کشمیر آئے اور وہاں طبعی موت سے فوت ہو گئے اور سری نگر میں ان کی قبر موجود ہے۔ یہ سب باتیں آپ نے قرآن مجید، انجیل، تاریخ اور واقعاتی شہادتوں سے پایۂ ثبوت کو پہنچا دیں۔ پھر تو عیسائی پادریوں کو عاجز اور لاجواب ہونے کے سوا چارہ نہ رہا۔

جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنے دیباچہ تفسیر القرآن میں اس زمانہ کے حالات میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"اس زمانہ میں پادری، نصرانی پادریوں کی ایک بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنا لونگا۔ ولایت کے انگریزوں نے روپیہ کی بہت بڑی مدد کی اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا۔ اسلام کی سیرت و احکام پر جو اس کا حملہ ہوا وہ تو ناکام ثابت ہوا۔ کیونکہ احکام اسلام اور سیرت رسولؐ اور احکام انبیاء بنی اسرائیل اور ان کی سیرت پر ان کا ایمان تھا یکساں تھے ..... مگر حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے اس کے خیال میں کارگر ثابت ہوا۔ تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور پادری اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو چکے ہیں اور جس عیسے کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں۔ پس اگر تم سعادت مند ہو تو مجھ کو قبول کر لو۔ اس ترکیب سے اس نے نصرانی کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کا پیچھا چھوڑانا مشکل

ہو گیا۔ اور اس ترکیب سے اس نے
ہندوستان سے لیکر ولایت
تک کے پادریوں کو شکست
دی۔ (دیباچہ تفسیر القرآن از مولانا
اشرف علی صاحب تھانوی صفحہ ۳۰)

اس اقتباس سے عیاں ہے کہ حضرت مسیحؑ کی طبعی موت کا عقیدہ عیسائی پادریوں کی شکست کے لئے کاری اور لاجواب حربہ ہے جو ہندوستان سے لے کر ولایت تک اس حربہ نے عیسائیت کی بنیادیں کھوکھلی کر دی ہیں۔

ڈاکٹر زویمر کا اقرار

دنیائے عیسائیت کے سب سے بڑے پادری ڈاکٹر زویمر نے لکھا ہے کہ اگر حضرت مسیحؑ کی صلیبی موت ثابت نہ ہو اور ہمارا یہ ایمان درست نہ ہو" کانت مسیحیتنا بجملتها باطلة " تو پھر تو ہماری ساری ہی عیسائیت سراسر باطل ہے۔ (رسالہ التبشیر العجیب صفحہ ۲۵ مطبوعہ مصر)

ڈاکٹر زویمر لکھتے ہیں کہ بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمدؑ نے یہ نظریہ اختیار کیا ہے کہ مسیح صلیب سے زندہ بچ گئے تھے۔ زخموں کے علاج کے بعد تندرست ہو کر انہوں نے ہندوستان کی طرف سفر کیا اور وہاں اپنی تعلیم دی۔ آگے لکھا ہے کہ:۔

"وبواسطة وسائل الدعاية
المنظمة بحذق واجتهاد
ملأت جماعة الاحمدية
هذا جميع العالم الاسلامی
بهذا الخبر الجديد"

کہ جماعت احمدیہ نے اپنے منظم تبلیغی ذرائع و وسائل سے ساری دنیائے اسلام میں اس نئی خبر کو پھیلا دیا ہے"۔
(التبشیر العجیب فی فخر الصلیب صفحہ ۲۷)

گویا عیسائی بھی محسوس کرتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کا صلیبی موت سے بچ جانے اور طبعی طور پر فوت ہو جانے کا عقیدہ عیسائیت کی موت کا پیغام ہے اور اب جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں عیسائیت مسلمانوں کو شکار بنانے میں سراسر ناکام ہو چکی ہے۔

"صلیب ٹوٹ جانے کا" کھلے بندوں اعتراف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیش کردہ عقیدہ قرآنی کتنا موثر ہو رہا ہے اور احمدیت کے مخالف علماء بھی اسے اپنانے پر کس طرح مجبور ہو رہے ہیں اور وہ اس طرح کھلے بندوں اعتراف کر رہے ہیں کہ واقعی اس نظریہ سے کسر صلیب ہو جاتی ہے اس کے لئے ہم ایک معاند سلسلہ احمدیہ" علامہ عنایت اللہ صاحب گجراتی" کے تازہ ترین کتابچہ موسومہ" اور صلیب ٹوٹ گئی" کو پیش کرتے ہیں جس مصنف نے ٹائیٹل پیج پر صلیب کو حسب ذیل شکستہ صورت میں پیش کیا ہے اور پھر لکھا ہے کہ:۔

"گناہوں کی معافی کیلئے صلیبی موت کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ دیکھیں یہ دلیل ہے ڈر کر عیسائیوں نے اختراع کی تھی جو معقولیت کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔

نصرانیت کو گناہگار ثابت کرنے کے بعد انسان کو نجات کی خوشخبری سنانے والے پادری صاحبان اپنے مذہب کی بنیاد مسیح کے مصلوب ہونے پر رکھتے ہیں جیسا کہ ڈاکٹر زویمر اپنی مشہور و معروف کتاب المسیح العجیب فی فجر الصلیب کے صفحہ ۳۴ پر رقمطراز ہیں۔

فاذا کان ایماننا ھذا خطأ
کانت مسیحیتنا بجملتھا باطلۃ

ترجمہ۔ اگر ہمارا یہ عقیدہ (مسیح کا صلیب پر فوت ہونا) باطل ہے تو پھر ہماری ساری مسیحیت ہی باطل ہے۔" فاضل پادری صاحب کے اس ارشاد گرامی سے مسئلہ کی اہمیت واضح ہے۔ (رسالہ اور صلیب ٹوٹ گئی صفحہ ۱۹-۲۰)

ایک دوسرے معاند سلسلہ احمدیہ جناب کوثر نیازی اقرار کرتے ہیں کہ بیسویں صدی مسیحی کے شروع سے صلیب شکنی شروع ہو گئی ہے اور اب:-

"روس، پولینڈ، چیکوسلاوکیا، زیگوسلاویہ، رومانیہ، بلغاریہ، لیتھونیا، ہنگری سے صلیب رخصت ہو چکی ہے۔"

(رسالہ آئینہ تثلیث صفحہ ۱۸۵)

کیا اب بھی آپ کو کسر صلیب میں شبہ ہے؟ کیا اب بھی آپ حضرت کاسر الصلیب علیہ السلام کی بعثت کا انکار کریں گے؟

عقیدۂ وفات مسیح اور شیخ الازہر

کسر صلیب کے لئے بہترین حربہ

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی توفی یعنی طبعی وفات کا عقیدہ ہے جب اوائل میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے قرآن مجید سے اس عقیدہ کو بالہام الٰہی واضح فرمایا تو علماء چونک پڑے۔ انہوں نے آپ پر کفر کے فتوے لگا دیئے۔ اس سے عیسائی پادری صاحبان نے اطمینان کا سانس لیا کہ مرزا صاحب کے مسلک کی خود مسلمان مخالفت کر رہے ہیں مگر زیادہ دیر نہ گزری کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی سعادت مند روحوں کو اس بات کی سمجھ عطا فرما دی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گرد مخلصوں کی ایک جماعت جمع ہو گئی اور اس نے دنیا بھر میں اس قرآنی ہتھیار سے کسر صلیب کے فریضہ کو سرانجام دینا شروع کر دیا۔ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ مصر کی سب سے بڑی یونیورسٹی الازہر کے شیخ الاسلام نے بطور مفتی الدیار المصریہ فتویٰ دیدیا ہے کہ:-

"انّہ لیس فی القرآن الکریم ولا فی السنۃ المطھرۃ مستند یصلح لتکوین عقیدۃ یطمئن الیھا القلب بأن عیسٰی رفع بجسمہ الی السماء وانّہ حیّ الی الآن فیھا وانّہ سینزل منھا آخر الزمان الی الارض۔ ان کل ما تفیدہ الآیات الواردۃ فی ھذا الشان ھو وعد اللّٰہ عیسٰی بانّہ متوفیہ اجلہ ورافعہ الیہ وعاصمہ من الذین کفروا وانّ ھذا الوعد قد تحقّق فلم یقتلہ اعداؤہ ولم

یصلبوہ ولٰکن وفاہ اللہ اجلہٗ
ورفعہ الیہ ؟"

ترجمہ۔ قرآن مجید اور سنّتِ نبویہ میں کوئی ایسا ثبوت موجود نہیں ہے جس سے یہ عقیدہ قائم کیا جا سکے کہ حضرت عیسیٰؑ جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور وہ اب تک وہاں پر زندہ ہیں اور وہ آخری زمانہ میں یہاں سے اتریں گے۔ قرآنی آیات سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ انکی مدت پوری کر کے انہیں خود وفات دے گا اور انہیں عظمت بخشے گا اور کافروں سے محفوظ رکھے گا سو یہ وعدہ اس طرح پورا ہو گیا کہ حضرت مسیحؑ کے دشمن اسے مقتول اور مصلوب نہ بنا سکے لیکن خود اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دیدی اور ان کا رفع درجات فرمایا ؟"

(کتاب الفتاوی مطبوعہ مصر ص۵۹)

اسی سلسلہ میں موجودہ شیخ الازہر علامہ محمود شلتوت مفتی الدیار المصریۃ نے ان کے فتویٰ پر بعض علماء کے چیں بجبیں ہونے پر لکھا کہ مجھ سے پہلے الاستاذ الاکبر الشیخ المراغی بھی لکھ چکے ہیں کہ:۔

"وقول اللہ سبحانہ، اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطہرک من الّذین کفروا، الظاہر منہ انّہ توفاہ واماتہٗ ثمّ رفعہ والظاہر من الرفع بعد الوفاۃ انّہ رفع درجات عند اللہ ؟"

کہ آیت قرآنی واذ قال اللہ یا عیسیٰ انّی متوفّیک سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰیؑ کو پہلے وفات دی پھر اُن کا رفع فرمایا۔ اور یہ عیاں ہے کہ وفات کے بعد رفع سے مراد صرف اللہ کے نزدیک درجات کی بلندی ہی ہو سکتی ہے ؟" (الفتاوی مطبوعہ مصر ص۶۲)

اب صرف یہ ضرورت ہے کہ درد مند مسلمان ساری دنیائے اسلام میں قرآن مجید کے مطابق عقیدۂ وفاتِ مسیحؑ کو جلد سے جلد اپنا لیں تا کہ عیسائیت کا حملہ ہر جگہ پوری طرح پسپا ہو جائے اور کسرِ صلیب کا مکمل نظارہ نظر آجائے۔ آمین *

کسرِ صلیب کے لئے متضرعانہ دعائیں

صلیبی فتنہ کو اللہ تعالیٰ ہی دُور کر سکتا تھا اسلئے دلائل و براہین کی بھرپور جنگ کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رات دن متضرعانہ دُعاؤں میں مصروف رہتے تھے۔ درحقیقت اب جو سرزمین یورپ اور باقی دنیا میں کسرِ صلیب کی رَو چل رہی ہے یہ ان درد بھری دُعاؤں کا ہی نتیجہ ہے۔

اس سلسلہ میں ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب نور الحق مطبوعہ ۱۳۱۱ھ ہجری مطابق ۱۸۹۴ء سے ایک نظم کے بارہ عربی اشعار اردو ترجمہ کے ساتھ بطور نمونہ درج کرتے ہیں ——— (ادارہ)

أَدْرِكْ رِجَالاً يَا قَدِيرُ وَ نِسْوَةً　　رُحْمًا وَ نَجِّ الْخَلْقَ مِنْ طُوفَانِهِمْ

اے قادر خدا! اپنی رحمت سے مردوں اور عورتوں کی دستگیری فرما　　اور مخلوق کو ان عیسائی پادریوں کے طوفان سے نجات بخش

حَلَّتْ بِأَرْضِ الْمُسْلِمِينَ جُنُودُهُمْ　　فَسَرَتْ غَوَائِلُهُمْ إِلَى نِسْوَانِهِمْ

مسلمانوں کے ملکوں میں ان کے لشکر خیمہ زن ہو گئے ہیں۔　　ان کی زہریں ان کی عورتوں تک سرایت کر چکی ہیں۔

يَا رَبَّ أَحْمَدَ يَا إِلٰهَ مُحَمَّدٍ　　اِعْصِمْ عِبَادَكَ مِنْ سُمُومِ دُخَانِهِمْ

اے احمد مجتبیٰ کے رب! اے محمد مصطفیٰ کے خدا!　　اپنے بندوں کو پادریوں کے دھوئیں کی زہروں سے محفوظ رکھ

يَا عَوْنَنَا انْصُرْ مَنْ سِوَاكَ مَلَاذُنَا　　ضَاقَتْ عَلَيْنَا الْأَرْضُ مِنْ أَعْوَانِهِمْ

اے ہمارے مددگار تُو مدد فرما تیرے سوا کون ہماری جائے پناہ ہے　　ہم پر عیسائیوں کے معاون و مددگار لوگوں کے باعث زمین تنگ ہو گئی ہے

كَسِّرْ زُجَاجَتَهُمْ إِلٰهِيْ بِالصَّفَا　　وَاعْصِمْ عِبَادَكَ مِنْ سُمُومِ بَيَانِهِمْ

اے میرے خدا! پادریوں کے شیشہ کو اپنے پتھر سے چکنا چور کر دے　　ان کی گفتگوؤں اور چرب زبانی کی زہروں سے اپنے بندوں کو بچا

سَبُّوْا نَبِيَّكَ بِالْعِنَادِ وَكَذَّبُوْا — خَيْرَ الْوَرٰى فَانْظُرْ إِلٰى عُدْوَانِهِمْ

ان لوگوں نے ازراہِ عناد تیرے نبی مصطفٰیؐ کو گالیاں دی ہیں اور جھٹلایا ہے — حالانکہ وہ نبی بہترین خلائق ہے۔ تو خود ان کی تعدّی کو دیکھ!

يَا رَبِّ سَحِّقْهُمْ كَسَحْقِكَ طَاغِياً — وَانْزِلْ بِسَاحَتِهِمْ لِهَدْمِ مَكَانِهِمْ

اے میرے رب! تُو ان کو اسی طرح پیس ڈال جس طرح تو سرکشوں کو پیستا ہے — اور خود ان کے صحن میں تجلی فرما کر ان کے مکان مسمار کر دے۔

يَا رَبِّ مَزِّقْهُمْ وَفَرِّقْ شَمْلَهُمْ — يَا رَبِّ قُوْدْهُمْ إِلٰى ذَوَبَانِهِمْ

اے میرے رب! تُو ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور ان کی جمعیت پراگندہ کر دے — اے میرے رب! تُو ان کو ایسے رستے پر چلا کہ وہ پگھلتے چلے جائیں۔

يَا رَبِّ أَرِنِيْ يَوْمَ كَسْرِ صَلِيْبِهِمْ — يَا رَبِّ سَلِّطْنِيْ عَلٰى جُدْرَانِهِمْ

اے میرے رب! مجھے وہ دن دکھا جب ان کی صلیب ٹوٹ جائے — اے میرے رب! مجھے ان کی بنیادوں اور دیواروں پر قبضہ عطا فرما

إِنَّ الصَّلِيْبَ سَيُكْسَرَنْ وَيُدَقَّقَنْ — جَاءَ الْجِيَادُ وَزَهَقَ وَقْتُ أَوَانِهِمْ

یقیناً عنقریب صلیب توڑ دی جائیگی اور اسے ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا — اب اسلام کے اصیل گھوڑے آ گئے ہیں اور ان لوگوں کا گذشتہ وقت جاتا رہا

أَنْزِلْ جُنُوْدَكَ يَا قَدِيْرُ لِنَصْرِنَا — إِنَّا لَقِيْنَا الْمَوْتَ مِنْ لُقْيَانِهِمْ

اے قادرِ مطلق خدا! ہماری مدد کے لئے اپنے آسمانی لشکر نازل فرما — ہمیں تو ان کے مقابلہ میں موت کی تلخی برداشت کرنی پڑ رہی ہے

يَا رَبِّ قَدْ بَلَغَ الْقُلُوْبُ حَنَاجِرَ — يَا رَبِّ نَجِّ الْخَلْقَ مِنْ ثُعْبَانِهِمْ

اے میرے رب! دل اب بے قابو ہو کر سخت مضطرب ہیں۔ — اے میرے رب! تو اپنی مخلوق کو پادریوں کے اژدہے سے نجات بخش

قسط اول

وچھووالی مندر لاہور میں آریوں سے تقریب مناظرات

آریہ پنڈت نے پادری کے مقابل احمدیہ دلائل استعمال کئے

(از حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی مدظلہ)

ایک موقعہ پر آریوں کی طرف سے اشتہارات کے ذریعے بار بار اس بات کا اعلان کیا گیا کہ ہم مذہبی تبادلہ خیالات کی غرض سے عیسائی صاحبان کی نمائندگی کرنے والے بہت بڑے پادری صاحب اور علماء احناف و اہلحدیث و اہل تشیع و جماعت احمدیہ جو اہلِ اسلام میں سے ہیں انہیں ہم دعوت دیتے ہیں۔ وچھووالی لاہور کے آریہ مندر میں ہم نے ایک دن جلسہ کے آخر میں پروگرام میں دوسرے مذاہب سے تبادلہ خیالات کے لئے رکھا ہے۔ پس جو صاحب وقت کی پابندی سے بالمقابل تبادلہ خیالات کیلئے تشریف لاسکتے ہیں آئیں۔ آریوں کی طرف سے ان کا مناظر آتما رام نام جو مناظرات کے متعلق خاص شہرت رکھتا تھا اور اسے اپنے علم کی وسعت اور فنِ مناظرہ کی قابلیت پر بہت بڑا فخر اور ناز تھا اور آریہ صاحبان نے ایسے پنڈت کو اپنے جلسہ کی رونق اور مناظرانہ شہرت کی وجہ سے دعوت دیکر بُلایا ہوا تھا۔ جو دن مناظرات اور تبادلہ خیالات کے لئے مقرر تھا اُس دن مناظرانہ تقریروں کو سُننے کیلئے سامعین اور حاضرین کا بوجہ اشتیاق اس قدر ہجوم تھا کہ لوگ پنڈال میں نہ سما سکے اسلئے انہیں پنڈال کے دروازوں سے باہر بھی کھڑا ہونا پڑا اور پنڈال کی اوپر کی منزل چھتیں و دیواروں سے بھرپور تھی۔

سب سے پہلے صدر جلسہ کی طرف سے تبادلہ خیالات کے لئے اعلان ہوا کہ پادری صاحبان میں سے جو صاحب تبادلہ خیالات کیلئے گفتگو کرنا پسند کریں وہ ٹائم کے مطابق اپنے مذہب کے متعلق جو کچھ بیان کرنا چاہیں سٹیج پر آکر بیان کرسکتے ہیں۔ اس اعلان کے ہوتے ہی ایک بہت بڑے مشہور پادری نے جو بڑے تجربہ کار بھی تھے اور ایک عمر مشنری کی حیثیت سے اپنے مشن کی تبلیغ اور مناظرات میں گزاری ہوئی تھی اُٹھ کر آئے اور حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت اور ان کے صلیبی موت کے کفارہ کو موجب نجات قرار دینے کے متعلق تقریر شروع کی۔ آدھے گھنٹہ تک وہ اپنا مضمون بیان فرماتے رہے۔ پادری صاحب کی تقریر پر مہاشہ آتما رام صاحب نے حضرت اقدس سیدنا المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات سے جن میں حضور اقدسؑ نے عیسائیت کی تردید اور تغلیط میں مختلف اعتراضات اور وجوہات پیش فرمائی ہیں حوالے دیتے جیسے کہ کتاب چشمہ معرفت اور جنگِ مقدس اور چشمہ مسیحی اور انجام آتھم وغیرہ میں بکثرت

حوالجات پائے جاتے ہیں یہ حوالے جب مہاشہ صاحب نے پے در پے کچھ وقت پیش کئے تو پادری صاحب چلا اُٹھے کہ یہ اعتراضات جو مہاشہ صاحب نے پیش کئے ہیں جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتب اور تحریروں سے پیش کئے گئے ہیں۔ مہاشہ صاحب کو چاہیئے کہ وہ اپنی کتب سے جو آریہ مت والوں کی مسلّمات میں سے ہیں اُن سے پیش کریں۔ یہ اعتراضات جو مہاشہ جی نے پیش کئے ہیں جناب مرزا صاحب کی کتب اور تحریروں سے لئے گئے ہیں انہیں احمدی لوگ تو پیش کر سکتے ہیں لیکن ایک آریہ کا حق نہیں کہ وہ کسی مسلمان کے ہتھیاروں سے کام لیکر عیسائیوں کا مقابلہ کرے اگر آریہ صاحبان نے عیسائی مذہب کے مقابل بطور تردید کچھ پیش کرنا ہے تو انہیں چاہیئے کہ اپنی مذہبی کتب سے ہمارے خلاف اعتراضات پیش کریں۔

جب پادری صاحب کو مزید کچھ بیان کرنے کیلئے کہا گیا تو انہوں نے کہا کہ آریوں کے مناظر کی طرف سے پیش کردہ اعتراضات جو جناب مرزا صاحب کی تحریروں سے لیکر پیش کئے گئے ہیں اُن کے جواب میں میں کچھ کہنے کے لئے تیار نہیں جب تک مہاشہ صاحب پیش کردہ اعتراضات اپنی کتب کے حوالجات سے پیش کر کے نہ دکھائیں کیونکہ اس جلسہ اور مناظرہ کی اصل غرض حاضرین سامعین کو اپنی مذہبی صداقت کو اپنی مذہبی کتب سے پیش کرنا ہے نہ یہ کہ ایک آریہ مناظر اپنی مذہبی صداقت کو جناب مرزا صاحب کی کتابوں سے پیش کرے جو اسلامی لیڈر ہیں اور انہوں نے جو کچھ اپنی کتب میں اسلام کی صداقت کے متعلق پیش کیا ہے اپنی مذہبی کتب سے ہی پیش کیا ہے اب ایک آریہ مناظر جو اپنے مذہب کی صداقت اور کمال دکھانے کیلئے مناظرہ کر رہے ہیں انہیں چاہیئے کہ آریوں کی مسلّمہ کتب سے جواب دیں اور اعتراضات پیش کریں نہ کہ اسلامی کتب سے جو کسی مسلمان کے پیش کردہ ہیں۔

اس پر آریہ صاحبان اور ان کا صدر پادری صاحب کے اس عذر اور انکار کو پادری کی شکست فاش اور اپنی بہت بڑی فتح سمجھتے ہوئے پھولے نہ سماتے اور قہقہے لگا کر مجمع کو ہنساتے تھے اس طرح سے مجمع پر پادری صاحب کی خفت کو بہت کچھ نمایاں کر کے آریوں نے اپنی فتح کی خوشی منائی اور چند منٹ تک سارے مجمع میں آریوں کی طرف سے ست کی جے کے نعرے بھی لگائے گئے +

(باقی آئندہ)

شذرات (بقیہ صـ۲۲)

اوّل تو ان عیسائی صاحبان کی یہ زیادتی ہے کہ وہ احمدی کی بجائے محض چڑانے کی خاطر لفظ "مرزائی" استعمال کرتے ہیں حالانکہ قانوناً بھی ایسا کرنا ناجائز ہے۔ دوسری قابلِ افسوس یہ بات ہے کہ وہ احتجاج کرتے ہوئے بھی زبان و قلم کو قابو میں نہیں رکھ سکتے۔ جناب مولوی صلاح الدین صاحب کی کتاب کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے انہیں "دریدہ دہن"، "دشنام طراز" اور "بے شرم" تک قرار دیدیا ہے اور سب بُرا طریق وہ ہے جو عیسائی پادری صاحب نے آخری فقرہ "مولانا صاحب مرزا صاحب قادیانی کو بھی مات کر دیا ہے" میں اختیار کیا ہے۔ کیا کوئی پادری اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتا ہے کہ اس فقرہ سے لاکھوں احمدیوں کی انتہائی دلآزاری نہیں ہوتی؟ ہم اسکے خلاف پُر زور احتجاج کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ حکومت پاکستان ہر شخص کی بدتہذیبی اور دلآزاری کو روکے۔ تمام مذہبی لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بیانات کو دلائل تک محدود رکھیں۔ دوسروں کے جذبات کو کسی قسم کی ناجائز ٹھیس نہ پہنچائیں +

نعرۂ توحید

(نتیجۂ فکر حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

(۱)

حیّ قیوم ہے یکتا خدا — جو ہو مُردہ وہ خدا بھی ہوگا کیا
تین میں کا تیسرا؟ دکھاؤ تو — بائیبل میں لفظ بھی تثلیث کا

(۲)

خطۂ کشمیر کی بستی "مری" — اس میں ہے مدفون عیسیٰ مریمی
موت تو ثابت ہے تیس آیات سے — اور ہے تاریخ شاہد قبر کی

(۳)

بچ گیا مصلوب ہونے سے تبھی — بائیبل سے ورنہ ہے کہنے لعنتی
جب رہا زندہ نہ کفارہ ہوا — اصل کی قرآن نے تصدیق کی

(۴)

پھر صحیفے وادیٔ قمران سے — پھر جو آثارِ کفن ظاہر ہوئے
یہ شہادت سب کے سب ہیں دے رہے — سچ کہا ہے مہدیٔ موعود نے

(۵)

ہوگیا ثابت کہ اللہ ہے اَحَدْ — ذات پاک اسکی ہے ہر شے کی صَمَدْ
لَمْ یَلِدْ ہے اور لَمْ یُولَدْ بھی ہے — کُفُوْ کوئی بھی نہیں ہے بے عدد

(۶)

بو العطاء ہے فی الحقیقت عبدِ حق — حق ہے بالا اور باطل ہے زَھُقْ
یہ دعا اکمل کی ہے اِنّی اَعُوْذُ — رَبِّنَا مِنْ شَرِّ کُلِّ مَا خَلَقْ

شذرات

(۱) توحید و تثلیث کی عمدہ مثال

تثلیث کے بارے میں مسیحی دنیا کو ہمیشہ مشکل درپیش رہی ہے۔ وہ پولوس کے کہنے سے یونانیوں کے زیر اثر تین خداؤں کے تو قائل ہو گئے مگر انسانی فطرت خدا کی توحید کو مانتی ہے اسلئے پادری صاحبان عجیب مخمصے میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اکثر پادری صاحبان تو یہ کہہ کر جان چھڑاتے ہیں کہ تثلیث اور الوہیت مسیح کا عقیدہ ایک بھید ہے جسے انسانی عقل نہیں سمجھ سکتی مگر بعض پادری اپنے اس عقیدہ کی عجیب و غریب توجیہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک تازہ توجیہ ملاحظہ فرمائیں۔ پادری صاحب لکھتے ہیں:۔

"اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ ہم تین خداؤں کو مانتے ہیں بلکہ یہ کہ واحد خدا کی ذات میں وحدت اور کثرت دونوں کو مانتے ہیں یعنی اس کی واحد ذات میں ایک باپ ہے جو بھیجنے والا ہے اور ایک بیٹا ہے جو اس واحد ذات کو ظاہر کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اور ایک روح القدس ہے جو اس سے صادر ہے۔ لہذا وہی خدا جس کی خبر ہم نے نبیوں کی معرفت عہد قدیم میں سُنی تھی عہد جدید میں باپ بیٹے اور رُوح القدس کے رُوپ میں نظر آتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر ہم کسی پہاڑ کو دُور سے دیکھیں تو اس کی سطح ہمیں بڑی دلکش اور ہموار نظر آتی ہے لیکن جونہی ہم اس کے قریب جائیں گے تو وہ سطح جو دُور سے ہموار اور دلکش نظر آتی ہے اونچی نیچی، ٹوٹی پھوٹی اور پیچ در پیچ بل کھاتی ہوئی نظر آئیگی۔ اسی طرح جس قدر ہم خدا کے قریب ہوتے ہیں اسی قدر خداوند تعالیٰ کی واحد ذات میں جو امتیاز ہیں وہ ہم کو اور زیادہ واضح نظر آتے ہیں"

(اخوّت لاہور۔ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

یہ اقتباس بتا رہا ہے کہ مسیحیوں کے لئے تثلیث کے عقیدہ نے کتنی الجھنیں پیدا کر رکھی ہیں۔ پادری صاحب کا یہ فقرہ کہ "وہی خدا جس کی خبر ہم نے نبیوں کی معرفت عہد قدیم میں سُنی تھی عہد جدید میں باپ بیٹے اور روح القدس کے رُوپ میں نظر آتی ہے" واضح کر رہا ہے کہ عہد قدیم میں صرف خدائے واحد کا تذکرہ ہے، بیٹے اور روح القدس کے فرضی اقانیم کا وہاں کوئی ذکر نہیں۔ گویا تورات سے توحید ہی ثابت ہے۔ "باپ بیٹے اور روح القدس کے روپ" کا جھگڑا بقول پادری صاحب انجیل میں ہی پیدا ہوا ہے۔ اس جگہ یہ بھی

سوال ہے کہ جب نبیوں کی معرفت ابتداء سے اللہ تعالیٰ کو ظاہر کیا جاتا رہا ہے تو بیٹے کی کیا ضرورت ہے؟ پادری صاحب کے مندرجہ بالا بیان میں عجیب حد تک وہ مثال ہے جو انہوں نے توحید اور تثلیث کے لئے پیش فرمائی ہے۔ توحید کو انہوں نے پہاڑ کی ہموار اور دلکش سطح قرار دیا ہے اور تثلیث کو اس کی "اونچی نیچی، ٹوٹی پھوٹی اور پیچ در پیچ" سطح بتلایا ہے۔ فی الواقع پادری صاحب کی یہ مثال بالکل درست ہے کیونکہ توحید واقعی ایک ہموار اور دلکش مسئلہ ہے اور تثلیث واقعی "اونچی نیچی، ٹوٹی پھوٹی اور پیچ در پیچ" گھاٹی ہے۔ یہ بعد اور قرب کی بات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو وہ ذات ہے کہ جتنا انسان اس کے قریب ہوتا ہے اس کی دلکشی زیادہ سے زیادہ بڑھتی جاتی ہے اور اس کے دلدادہ کے دل میں نورانیت بڑھتی جاتی ہے اور پیچ در پیچ کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا۔

(۲) اسلام پر مسیحیت کے اثرات؟

عیسائی رسالہ "اخوت" لاہور لکھتا ہے :۔

"آج تک مسیحیت کے نمایاں اثرات اسلام کے رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے ہیں۔ اگر ان اثرات کو اسلام سے علیحدہ کر لیا جائے تو یقیناً اسلام ایک لاشہ بے جان ہو کر رہ جائے گا۔" (اکتوبر ۶۲ء)

یہ تو درست ہے کہ اسلام نے حضرت مسیح علیہ السلام کو راستباز نبی تسلیم کیا ہے کیونکہ اسلام تمام مذاہب کے نبیوں کی عزت کرتا ہے اور انہیں راستباز قرار دیتا ہے مگر یہ تو بڑا ہی انوکھا دعویٰ ہے کہ مسیحیت کے کوئی ایسے بھی اثرات ہیں جنہیں اگر اسلام سے الگ کر دیا جائے تو اسلام (معاذ اللہ) "ایک لاشہ بے جان" رہ جائے گا۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کوئی پادری میدان میں آ کر ان اثرات کی ذرا نشان دہی تو کرے۔ یاد رہے کہ عیسائیت اور اسلام میں مندرجہ ذیل بنیادی فرق ہیں :۔

(۱) اسلام اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک قرار دیتا ہے جس کا نہ کوئی ہمسر ہے نہ بیٹا ہے۔ مگر عیسائیت کہتی ہے کہ خدا تین ہیں۔ باپ خدا، بیٹا خدا، روح القدس خدا۔ گویا اسلام توحید کا علمبردار ہے اور عیسائیت تثلیث کی۔

(۲) اسلام حضرت مسیح کو صرف نبی اور رسول قرار دیتا ہے۔ اسے خدا کا بیٹا کہنے والوں کو کافر اور مستحق عذاب قرار دیتا ہے لیکن عیسائیت کی بنیادی منشاء یہ ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔

(۳) اسلام شریعت کی پابندی لازمی قرار دیتا ہے۔ شریعت کو رحمت اور برکت ٹھہراتا ہے اور قرآن مجید کو کامل شریعت قرار دیتا ہے مگر عیسائیت سرے سے شریعت کو ہی لعنت ٹھہراتی ہے اور عیسائیوں کے لئے ہر قسم کی اباحت کے دروازے کھولتی ہے۔

(۴) اسلام کے نزدیک مسیح کی صلیب پر موت کا دعویٰ محض جھوٹ ہے۔ اسلام کے نزدیک وہ یہودی جو مسیح کی صلیبی موت کو بنیاد قرار دیکر اسے لعنتی قرار دیتے تھے وہ خود لعنتی تھے۔ ایسا ہی جو اور لوگ بھی مسیح کو لعنتی قرار دیں گے (گلتیوں ۳/۱۳) وہ بھی

اسی سزا کے مستوجب قرار پائیں گے۔ عیسائیت کہتی ہے کہ مسیح صلیب پر مر گئے اور ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوئے۔ اسلام نہ صلیبی موت کا قائل ہے نہ کفارہ کو روا رکھتا ہے۔

(۵) اسلام کہتا ہے کہ گناہ ورثہ میں نہیں ملتا مگر عیسائیت کہتی ہے کہ گناہ ورثہ میں ملتا ہے۔

(۶) اسلام کہتا ہے کہ حضرت آدمؑ اور جملہ دوسرے نبی سب معصوم اور بے گناہ تھے حضرت آدمؑ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ مگر عیسائیت کہتی ہے کہ حضرت آدمؑ اور سب نبی گناہ گار تھے۔ کوئی بھی بے گناہ اور معصوم نہ تھا۔

(۷) اسلام کے نزدیک خدا واحد ہے اور ہم سب انسان اس کی مخلوق ہیں اسلئے سب مساوی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی ہدایت و رہنمائی کے لئے انبیاء اور رسول مبعوث فرمائے ہیں اور وہ سب صادق تھے۔ عیسائیت کہتی ہے کہ انسانوں میں مساوات نہیں صرف بنی اسرائیل خدا کی چنندہ قوم ہیں سب نبی ان میں سے ہی آئے ہیں دوسری قوموں میں سچے نبی اور رسول مبعوث نہیں ہوئے بلکہ وہ سب جھوٹے اور دھوکہ باز تھے (نعوذباللہ)

(۸) اسلام کہتا ہے کہ قرآن مجید زندہ اور کامل شریعت ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کی اتباع کرنے والے آج بھی خدا تعالیٰ سے شرف ہمکلامی پاتے ہیں مگر عیسائیت کہتی ہے کہ یہ دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اب خدا کا کلام پانا ناممکن ہے۔

ایسے بنیادی اختلافات سے عیاں ہے کہ اسلام اور موجودہ عیسائیت میں دن اور رات کا فرق ہے۔ تمدنی امور، حلال و حرام کے مسائل، دنیوی نظام اور آخرت کے بارے میں بھی اسلام اور عیسائیت میں جو عظیم فرق ہے کیا ان کی روشنی میں کوئی پادری کہہ سکتا ہے کہ اسلام پر عیسائیت کے اثرات ہیں؟ اسلام ایک مستقل مذہب ہے اس نے اخلاق، تمدن، سیاست اور آخرت کے بارے میں جامع تعلیمات دی ہیں۔ اسلئے عیسائی اثرات کا دعویٰ سراسر بے بنیاد ہے اور پھر ان سے علیحدگی کی صورت میں اسلام ایسے کامل مذہب کو "لاشۂ بے جان" قرار دینا عیسائیوں کی بہت بڑی جسارت اور مسلمانوں کی انتہائی دلآزاری کرنا ہے۔

(۴) "قابل توجہ پریس برانچ حکومت پاکستان"

اس عنوان سے مسیحی رسالہ جات "اخوت" اور "مسیحی خادم" گوجرانوالہ نے اپنی تازہ اشاعت میں چند کتابوں کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ تیسرے نمبر پر لکھا ہے کہ:-

"لاہوری مرزائیوں کے پیر امیر جماعت مولانا صدرالدین نے بھی ایک کتاب لکھی ہے "عیسائیت کے معتقدات تعلیم انجیل کی روشنی میں"۔ اس کتاب کے لکھے جانے پر بہت سے مرزائیوں نے مولانا صاحب کو مبارکباد بھیجی ہے۔ مولانا صاحب نے مرزا صاحب قادیانی کو بھی مات کر دیا ہے۔"
(اکتوبر ۱۹۶۲ء)

جناب پادری عبدالحق صاحب کے نام ایک اور کھلی چٹھی

دو اور مضامین صلیبی موت اور آمد ثانی پر تحریری مناظرہ کی دعوت

[جناب پادری عبدالحق صاحب موجودہ عیسائیوں میں چوٹی کے مناظر سمجھے جاتے ہیں، وہ خود بھی یہ دعویٰ کرتے رہتے ہیں۔ الفرقان کے قارئین پادری صاحب کے تازہ نشیب و فراز سے بخوبی آگاہ ہیں۔ الوہیت مسیح پر تحریری مناظرہ کے لئے آپ بادلِ ناخواستہ تیار تو ہوئے مگر جوابی پرچہ جات دیکھنے کے بعد انہیں تیسرا پرچہ لکھنے کی جرأت ہی نہیں ہوئی اور مناظرہ بند کر دیا۔ ہم نے پادری صاحب کے پرچے اور اپنے پرچے مکمل صورت میں "تحریری مناظرہ" کے نام سے شائع کر دیئے ہیں۔ اب پادری صاحب کو اس بارے میں کسی چون و چرا کی گنجائش نہیں رہی لیکن اب انہوں نے عیسائی رسالہ "اخوت" لاہور میں ایک اور جذباتی مقالہ زیر عنوان "مولوی ابو العطاء صاحب کی ڈھٹائی اور بے باکی کا جائزہ" شائع فرمایا ہے۔ اس عنوان سے ہی قارئین اندازہ کر لیں کہ پادری صاحب نے کیا کچھ لکھا ہوگا ع

قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا

ہم نے جناب پادری صاحب کے اس مقالہ کے جواب میں جو چٹھی بذریعہ رجسٹری بھیجی وہ درج ذیل ہے۔ (ایڈیٹر)]

مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۲ء

جناب پادری عبدالحق صاحب انڈیا معرفت مدیر صاحب "اخوت" لاہور

السّلام علیٰ من اتّبع الھدیٰ۔

I ۔ جناب عالی! میں نے آپ کی "ڈھٹائی اور بے باکی" کے زیر عنوان مطبوعہ چٹھی مسیحی رسالہ اخوت لاہور ــــ (اکتوبر ۱۹۶۲ء) میں پڑھی۔ اس چٹھی میں آپ نے اور بھی گالیاں دی ہیں۔ یہ اندازِ تحریر کچھ دیسی پادریوں کو ہی مناسب ہے! انجیل میں تو شاید ایسے لوگوں کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں ہے مگر قرآن مجید نے مومنوں کو ہدایت دی ہے واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً۔ پس میں تو اس آسمانی حکم کا پابند ہوں

II ۔ الوہیت مسیح پر پادری عبدالحق صاحب جو دلائل دے سکتے تھے وہ انہوں نے اپنے دو پرچوں میں لکھ کر بھیج دیئے تھے ہم نے اپنے جوابی دونوں پرچوں میں ان دلائل کی تغلیط کے علاوہ الوہیت مسیح کی تردید میں عقلی اور نقلی دلائل کا انبار لگا دیا تھا۔ جس سے عاجز آ کر پادری صاحب نے آئندہ پرچہ جات جاری رکھنے سے معذرت کر دی اور میرے توجہ دلانے کے باوجود وہ اس سلسلہ کو جاری نہ رکھ سکے۔ مکتبہ الفرقان ربوہ کی طرف سے پرچہ جات طبع ہو کر "تحریری مناظرہ" کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں اب انہیں پڑھ کر ہر منصف مزاج اندازہ لگا سکتا ہے۔ فریقین کی شرافت اور

تہذیب کا بھی جائزہ لے سکتا ہے۔ مَیں "تحریری مناظرہ" بذریعہ رجسٹری پادری صاحب کو بھجوا چکا ہوں اور ایک ایک کاپی مسیحی جرائد (اخوت لاہور و مسیحی خادم گوجرانوالہ) کو بھی برائے تبصرہ بھیج چکا ہوں۔ اِس سلسلہ میں مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

III۔ جناب عالی! ابطال الوہیت مسیح سے مسئلہ تثلیث بھی باطل ہو جاتا ہے جس پر اللہ کے فضل سے "تحریری مناظرہ" میں کافی روشنی پڑ چکی ہے اور اسلامی توحید کا غلبہ بھی ظاہر ہو چکا ہے۔ اب عیسائیت کی دوسری بنیاد یعنی حضرت مسیح کی صلیبی موت کا عقیدہ ہے قرآن مجید نے اس عقیدہ کو بھی محض بے بنیاد قرار دیا ہے۔ خاکسار نے "تحریری مناظرہ" کے حرفِ آغاز میں پادری عبدالحق صاحب اور دیگر پادری صاحبان کو دعوت دی ہے کہ وہ حضرت مسیح کی صلیبی موت پر محققانہ انداز میں تحریری مناظرہ کر لیں۔ علاوہ ازیں پادری صاحب کی مذکورہ بالا مطبوعہ چٹھی کے پیش نظر دوسرا موضوع یہ بھی رکھ لیا جائے (حضرت مسیح کی آمدِ ثانی یعنی صداقت حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام) اِن دونوں موضوعوں پر بھی تحریری اور تحقیقی مناظرہ کی دعوت ہے تا کہ بعد ازاں وہ بھی شائع ہو سکیں۔ جیسا کہ الوہیت مسیح پر تحریری مناظرہ شائع ہو گیا ہے اور یہ سب پبلک کے لئے مفید ہے۔

IV جناب عالی! بھارت میں میرے لئے قادیان کے ویزا کی دقت ہے۔ اور یوں بھی زبانی مناظرہ سے تحریری مناظرہ بہتر ہے بالخصوص جبکہ صاف نظر آتا ہے کہ ایک فریق کو اپنی زبان بلکہ اپنی تحریر میں قلم پر بھی قابو نہیں۔ تو اِس صورت میں بہرحال تحریری مناظرہ ہی اولیٰ اور افضل ہے۔ ہاں اگر کوئی مناظر "ہمچو من دیگرے نیست" کا زبانی اظہار کرنا چاہتا ہے تو مناسب موقعہ پر کسی جگہ یہ صورت بھی پیدا ہو جائے گی انشاء اللہ۔

V۔ جناب عالی صلیبی موت اور آمدِ ثانی کے مصداق پر تحریری مناظرہ کے بعد اگر کوئی پادری صاحب خواہش کریں گے تو کامل شریعت اور زندہ کتاب کے موضوع پر بھی مناظرہ ہو جائے گا انشاء اللہ۔

ہمارا اصل مقصد مناظرہ نہیں بلکہ حق کا اظہار اور تبلیغ ہے۔ اس لئے پادری صاحبان کی "گالیوں" کو نظر انداز کرتے ہوئے بھی یہ سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پادری عبدالحق صاحب کو بھی اِس بارے میں ہدایت دے۔ آمین۔

نوٹ۔ مَیں اِس چٹھی کی ایک نقل مدیر "اخوت" کو بھی برائے اشاعت ارسال کر رہا ہوں۔

خاکسار

ابوالعطاء جالندھری

ربوہ　　　　۲۶/۱۰/۶۲

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے بڑھاپے کی تصاویر

انسائیکلو پیڈیا آف ورلڈ آرٹ کا انکشاف!

(از جناب شیخ عبد القادر صاحب "فاضل مسیحیت" لاہور)

آج سے دس سال قبل راقم الحروف نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے بڑھاپے کی بعض تصاویر کی طرف توجہ دلائی تھی۔ یہ تصاویر قرون اولیٰ کے مسیحی مصوروں نے تیار کیں اور ایک مقدس امانت کے طور پر آج تک عیسائی دنیا کے پاس محفوظ ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی ایک تصویر جو کہ روم میں مقدس پطرس کے چرچ کی قدیم یادگاروں میں رکھی ہوئی ہے۔ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ تصویر جو کہ اُن کے چہرۂ مقدس کی ہے یقینی طور پر دوسری صدی مسیحی سے تعلق رکھتی ہے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں یسوع مسیح پر جو مقالہ ہے اس کے ساتھ جو تصاویر شائع کی گئیں اُن میں پہلا نمبر اسی تصویر کا ہے۔ اس تصویر کے نیچے مندرجہ ذیل عبارت درج ہے:۔

"یہ تصویر روم کے مقدس پطرس کے گرجا میں قدیم یادگاروں کے خزینہ کی زینت ہے۔ جو کہ ایک کپڑے پر بنائی گئی ہے۔ اس تصویر کی تاریخ یقینی طور پر دوسری صدی عیسوی تک پیچھے جاتی ہے۔"

یہ تصویر مُنہ بولتی گواہی ہے اس امر کی کہ حضرت مسیح ناصریؑ نے لمبی عمر پائی اور بڑھاپے میں آپ کی وفات ہوئی۔ اس تصویر کے نقوش سے بڑھاپے کے آثار نمایاں ہیں۔ سر کے بال جو کہ جوانی میں کندھوں کو چھوتے تھے ضعیفی کے باعث بالکل جھڑ گئے ہیں۔

اس تصویر کے دیکھنے کے بعد ہر منصف مزاج یہ ماننے پر مجبور ہوگا کہ وہ ابتدائی عیسائی جن کی تخیل میں یہ تصویر تھی ہرگز اس عقیدہ کے حامل نہیں تھے کہ حضرت مسیح ناصریؑ ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر اُٹھا لئے گئے اور وہاں وہ ہمیشہ کے لئے زندہ موجود ہیں۔ بلکہ ان کا یقیناً یہی عقیدہ تھا کہ آپ نے بڑھاپے کی عمر میں وفات پائی۔ اس تصویر کے بنانے والوں نے اپنے عقیدہ کی ترجمانی نہایت احسن طریق پر کی ہے۔

اس تصویر میں بڑھاپے کے نقوش کی تائید قرون اُولیٰ کی تاریخ سے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ چرچ ہسٹری سے پتہ لگتا ہے کہ دُنیا والوں میں ایسے عیسائی موجود تھے جو کہ یہ مانتے تھے کہ حضرت مسیحؑ نے بڑھاپے کی عمر میں وفات پائی۔

ایک مشہور فرانسیسی مؤرخ Monsignor Louis Duchesne لکھتے ہیں:۔

"دوسری صدی عیسوی کے کلیسیائی بزرگ پاپیاس کے زمانہ میں ایسی کہانیاں مشہور تھیں کہ خداوند یسوع نے لمبی عمر پائی۔"
(Early History of the christian church Vol. I P.105)

یاد رہے کہ پاپیاس یوحنا رسول کے جانشین اور اُن کے شاگرد تھے۔ اتنے قریبی زمانہ کی یہ روایات بتاتی ہیں کہ دَورِ اوّل میں ایسے لوگ موجود تھے جو مانتے تھے کہ ان کے آقا نے لمبی عمر کے بعد بڑھاپے میں وفات پائی۔ یہی وجہ ہے کہ اس دَور کی تصویروں میں جہاں جوانی کے نقوش ملتے ہیں وہاں بڑھاپے کے آثار بھی نمایاں ہیں۔ اس تحقیق کی تائید میں مجھے علمائے عصرِ حاضر کی شہادت کی ضرورت تھی جو کہ مجھے مل نہیں رہی تھی۔ مجھے کوئی ایسا حوالہ نہ ملا جس میں قدیم آرٹ کے ماہرین نے یہ کہا ہو کہ حضرت مسیح کی بعض تصاویر بڑھاپے کی ہیں۔ حال ہی میں انسائیکلوپیڈیا آف ورلڈ آرٹ دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا۔ اس کی بہت سی ضخیم جلدیں ہیں تیسری جلد میں Christianity پر جو نوٹ ہے اس میں یسوع کی قدیم تصاویر کے باب میں واشگاف الفاظ میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ابتدائی مصوّروں نے حضرت مسیح کی بعض تصاویر میں اُن کی بڑھاپے کی عمر کو پیش کیا ہے۔
ایسی تصویر کا ذکر ہے جس کا مجھے علم نہیں تھا۔ لکھا ہے:-

"Another Roman example, but of the late 3rd century is found in the sculpture on a fragmentry sarcophagus in the Museo Nazionale in Rome (the scene in the Sermon on the Mount). Here Jesus wears a pallium that leaves, His shoulders and breast uncovered. His face is that of an old man; His curly hair does not quite reach the shoulders, and his short beard is divided at the chin. this is an unusual example.

Col. 598

"ایک اور رومن تصویر جو تیسری صدی کے اواخر کی ہے ایک پتھر کے تراشیدہ لوحِ مزار کے ٹکڑے کی صورت میں ملتی ہے جو روم کے نیشنل میوزیم میں رکھا

ہوا ہے (پتھر میں پہاڑی وعظ کا نظارہ کندہ ہے) یہاں یسوع ایک ایسا چوغہ پہنے ہوئے ہے جس میں اس کے کندھے اور سینہ ننگے نظر آتے ہیں۔ **اس کا چہرہ ایک بوڑھے آدمی کا ہے** اس کے گھنگریالے بال اس کے کندھوں سے قدرے اونچے ہیں اور اس کی چھوٹی داڑھی ٹھوڑی کے پاس دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ یہ ایک غیر معمولی مثال ہے۔" (کالم ۵۹۸)

اسی طرح برلن میوزیم میں بھی ایک تصویر ایسی ہے جس میں حضرت مسیحؑ ایک بند کتاب ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں۔ چہرہ ایک بوڑھے آدمی کا ہے۔ (کالم ۵۹۹)

اس حوالہ سے یہ امر ظاہر ہے کہ قدیم آرٹ کے ماہرین پر یہ بات کھل چکی ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ کی بعض تصاویر ایسی بھی ہیں جن میں بڑھاپے کے نقوش پیش کئے گئے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا آف ورلڈ آرٹ یورپ و امریکہ کے ماہرین کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ جو کہ حال ہی میں بہت سی ضخیم اور مصور جلدوں کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس کتاب میں حضرت مسیح ناصریؑ کی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ اور یہ تحقیق بھی درج ہے کہ آپ کی قدیم تصاویر بچپن، جوانی، ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کے نقوش پیش کرتی ہیں[1]

مندرجہ بالا حوالہ میں بریکٹ کے اندر جو وضاحت کی گئی ہے کہ یہ تصویر پہاڑی وعظ کی ہے۔ یہ امر بعید از قیاس ہے کیونکہ پہاڑی وعظ کے وقت حضرت مسیح عنفوانِ شباب کی حالت میں تھے۔ یہ تصویر اس دورِ زندگی کی نہیں ہو سکتی بلکہ واقعۂ صلیب کے بعد جب کہ آپ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گئے تو آپ کے کسی پہاڑی وعظ کا منظر اس تصویر میں پیش کیا گیا۔ اس کی تائید پہلی صدی عیسوی کے ایک دوسرے لوحِ مزار سے بھی ہوتی ہے جو کہ ایشیائے کوچک سے ملا ہے اس میں لکھا ہے کہ "میرا آقا وہ مقدس **چوپان ہے جو کہ پہاڑوں اور میدانوں میں اپنی بھیڑیں چراتا ہے**" پہلی صدی کے آخر میں حضرت مسیح ناصری کے حواریوں کے ہم عصر "ابرکیس" (Abercius) نامی شخص نے یہ الفاظ اپنے سِنِ حیات میں ایک لوحِ مزار پر کندہ کرائے تھے جو آثارِ قدیمہ سے دستیاب ہوئے[1] اس سے ظاہر ہے کہ واقعۂ صلیب کے بعد حضرت مسیح زندہ موجود تھے۔ وہ دنیا کے پہاڑوں اور میدانوں میں اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی گلہ بانی کا فرض سرانجام دے رہے تھے۔ پس کیوں نہ یہ سمجھا جائے کہ مذکورہ تصویر میں واقعۂ صلیب سے پہلے کے پہاڑی وعظ کی بجائے کسی دوسرے پہاڑی وعظ کا منظر پیش کیا گیا ہے جب کہ حضرت مسیحؑ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ مذکورہ تصویر سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ کے بال گھنگریالے

1- (1) Christ child (2) youthful christ (3) aged beard type (4) old age

1- Light from the Ancient Past by Jack Finegan P. 479

تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات
حضرت مسیح کو دیکھا تو آپ نے بتایا کہ وہ سرخ رنگ،
گھنگھریالے بالوں والے اور فراخ صدر ہیں انسائیکلو
پیڈیا آف ورلڈ آرٹ کے مقالہ میں قرون اولیٰ کی
دوسری روایات بھی درج ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ
حضرت مسیح ناصری کے بال گھنگھریالے تھے۔ اور
ریش مبارک ٹھوڑی پر دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔
(بڑھاپے کی مذکورہ دونوں تصویروں میں داڑھی
ایسی ہی ہے) یہاں یہ امر بھی مدنظر رہے کہ قرونِ
اولیٰ کے عیسائی جنہوں نے یہ تصویریں بنائیں۔ وہ یہ
بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ "حضرت مسیح چونکہ نسل
انسانی کے لئے اسوۂ کامل بن کر آئے اسلئے
ان کا بچپن بچوں کے لئے، ان کی جوانی جوانوں
کے لئے اور ان کا بڑھاپا بوڑھوں کے لئے
نمونہ ہے۔ وہ زندگی کے ہر دور سے گزرے
تاکہ لوگ ان کے نمونہ سے اپنے لئے رہنمائی
حاصل کر سکیں۔" یہ الفاظ دوسری صدی کے کلیسائی
بزرگ بشپ ایری نی یس نے اپنی کتاب "ردّ بدعات"
میں لکھے ہیں۔ بشپ مذکور نے اس روایت کا مفہوم یہ
لیا ہے کہ حضرت مسیح بڑھاپے میں صلیب دیئے گئے۔ یہ
ان کی غلطی تھی۔ روایت یہ نہیں بتاتی۔ بلکہ اس سے صرف یہ
ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ہر دورِ زندگی میں سے گزرے تھے۔

ان حوالوں سے پتہ لگتا ہے کہ بڑھاپے کی
تصویروں کا تاریخی پس منظر کیا ہے۔ یہ انکشاف قرآن حکیم
کی صداقت پر ایک بیّن دلیل ہے۔ کیونکہ آج سے
چودہ سو سال قبل یکلم الناس فی المھد و
کھلاً کے الفاظ میں یہ بتایا گیا کہ حضرت مسیح بچپن
سے لے کر بڑھاپے تک کے ادوار زندگی میں سے
گزرے۔ اس کے بعد ان کی وفات ہوئی صحائفِ
قمران میں بھی ہادیٔ برحق یا استادِ صدق کے عبرانی
مناجات میں یہی مضمون ہے۔ بچپن اور جوانی کے ذکر
کے بعد لکھا ہے "شیبہ" یعنی

بڑھاپے کی عمر تک بھی تو میری دستگیری
کرے گا[1]

ہم نے اپنی کتاب "صحائفِ قمران" میں ثابت کیا ہے
کہ یہ حضرت مسیح علیہ السلام کی مناجات ہیں۔

ضروری اعلان

تبلیغ کے دوران اگر کسی دوست کو
عیسائی صاحبان کا کوئی ایسا سوال محسوس
ہو جس کا جواب الفرقان کے ذریعہ مطلوب
ہو تو وہ شوق سے ہمیں لکھیں انشاء اللہ تو
وہ سوال اور اس کا جواب رسالہ میں شائع
کر دیا جائے گا۔ (ایڈیٹر)

1- The Scriptures of the Dead Sea Sect by Gaster P. 170

بائبل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح بشارت

(از جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے۔ پروفیسر علم النفسیات پنجاب یونیورسٹی لاہور)

پرانے عہد نامہ کی کتاب استثناء باب۱۸ آیت ۱۸ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی کے آنے کی پیشگوئی ہے اس میں کہا گیا ہے کہ وہ نبی موسیٰؑ کی قوم میں سے نہیں بلکہ ان کے بھائیوں میں سے ہوگا۔ اس نبی کا امتیاز یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ اپنا کلام اس کے مُنہ میں ڈالے گا۔ پھر وہ سب کچھ کہے گا جس کے کہنے کا حکم اُسے خدا تعالیٰ سے ملے گا۔ چنانچہ اصل الفاظ پیشگوئی کے یہ ہیں:-

"مَیں ان کے لئے ایک نبی برپا
کروں گا، جو اُن کے بھائیوں میں
سے ہوگا، جو تیری مانند ہوگا۔ مَیں اپنا
کلام اس کے مُنہ میں ڈالوں گا اور
وہ نبی ان کو سب کچھ کہے گا جسکے
کہنے کا حکم مَیں اُسے دوں گا۔"
(کتاب استثناء ۱۸ : ۱۸)

ولایت میں طالب علمی کے زمانے کی بات ہے مَیں نے کیمبرج یونیورسٹی کے عیسائی علوم کے متعدد پروفیسروں اور محققوں کو لکھا اور پوچھا اِس پیشگوئی کا کیا مطلب ہے اور اگر یہ پوری ہو چکی ہے تو کس کی ذات میں؟ اس کے جواب میں کسی نے لکھا کہ ہم پیشگوئیوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ کسی نے لکھا کہ پیشگوئیاں ایک سے زیادہ مطلب رکھتی ہیں۔ کسی نے لکھا کہ پیشگوئیوں کے کچھ مخفی منشاء ہوتے ہیں جن کا سراغ ملنا مشکل ہے۔ ہاں ایک پروفیسر الیٹ بیسی برکٹ نے لکھا کہ یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے اور اس کے مصداق ہمارے خدا عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ اس جواب نے مجھے متاثر تو کیا کرنا تھا جس پیشگوئی کو عیسائی پروفیسر حضرت مسیح علیہ السلام پر چسپاں کرنے کے تو اہشمند تھے اس کی عظمت مجھ پر ظاہر ہونے لگی۔ کچھ مطالعہ کیا اور غور کیا تب معلوم ہوا کہ اس عظیم الشان پیشگوئی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے متعلق دُنیا کی دو قوموں یعنی یہود اور نصاریٰ پر اتمام حجت کیا گیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ روحانی صداقتیں ایک نظام میں پروئی ہوئی ہیں اور وہ اس طرح کہ روحانی پیشوا ایک دوسرے کی تنقیص و تردید تو کجا ہمیشہ سے ایک دوسرے کی تائید کرتے چلے آئے ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ سب ایک ہی منبع سے نور لیتے ہیں؟ ہر آنے والا اپنے سے پہلے انبیاء کی پیشگوئیوں کا حوالہ دیکر کہتا ہے۔ دیکھو انہوں نے خدا سے کلام پاکر میرے آنے کی پیشگوئی کی تھی۔ چنانچہ میں آگیا اور

میرا وقت پر آنا نہ صرف میری اپنی صداقت کی دلیل ہے بلکہ سابق انبیاء کی صداقت کی بھی دلیل ہے کیونکہ انہوں نے دعویٰ سے ایک پیشگوئی کی اور وہ پوری ہوئی جس سے ثابت ہوا کہ انہوں نے وہ پیشگوئی خدا سے علم پاکر ہی کی تھی۔

بے شک کئی عیسائی اس پیشگوئی کو حضرت مسیح علیہ السلام پر چسپاں کرتے ہیں لیکن جو لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا سمجھتے ہیں انہیں تو چاہیئے کہ اس پیشگوئی کا ذکر ہی نہ کریں کیونکہ پیشگوئی ایک نبی کے متعلق ہے نہ خدا کے متعلق۔ پھر پیشگوئی کئی معین علامات پر مشتمل ہے اور یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ پیشگوئی حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق نہیں۔ بڑی علامت تو یہی ہے کہ موعود نبی موسیٰ کی مانند ہے۔ اس چھوٹے سے فقرے میں اور اس ایک علامت میں بہت سی علامتیں بیان کر دی گئی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک جلالی نبی تھے، آپ نے حاکم وقت سے ٹکر لی اور اس کا مقابلہ کیا اور اس کی ہلاکت کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ نے ایک مکمل شریعت کی تعلیم دی۔ ان علامتوں میں سے ایک بھی حضرت مسیح علیہ السلام پر پوری نہیں اترتی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا تمام کردار مسکینی اور نرمی کا کردار ہے یعنی جمالی ہے جلالی نہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے حاکم وقت سے ٹکر نہیں لی۔ آپ تو حکومت کی اطاعت کی تعلیم دیتے اور حکومت بھی آپ سے کچھ تعرض نہ کرتی۔ ہاں آپ کی قوم کے علماء نے آپ کی مخالفت کی لیکن حکومت آپ کے پیام و پروگرام میں حائل نہ ہونا چاہتی تھی نہ ہوئی۔ پھر آپ کے دشمن آپ کی زندگی میں ہلاک نہ ہوئے بلکہ آپ کو صلیب پر لٹکانے یا لٹکوانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ اور بات ہے کہ آپ صلیب پر فوت نہ ہوئے بلکہ غشی کی حالت میں نیچے اتار لئے گئے۔ دشمن آپ کے سامنے ہلاک نہ ہوا۔ پھر آپ نے کسی شریعت کی تعلیم نہ دی بلکہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت ہی کو اپنی شریعت سمجھتے رہے اور اپنے متبعین کو یہی کہتے رہے کہ میں کوئی شریعت نہیں لایا، میری شریعت وہی ہے جو حضرت موسیٰ لا چکے اور سکھا چکے ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے ماننے والوں نے شریعت کی تحقیر کی اور کہنا شروع کر دیا کہ شریعت لعنت ہے وغیرہ وغیرہ۔ پس استثناء والی پیشگوئی موسیٰ کے ایک مثیل کی خبر دیتی ہے لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کو حضرت موسیٰؑ سے کوئی مماثلت نہیں سوائے اس کے کہ اگر ہم حضرت مسیح علیہ السلام کو نبی کی حیثیت سے مانیں اور انہیں خدا نہ مانیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بھی نبی تھے اور حضرت مسیح بھی نبی لیکن اس مماثلت کے لحاظ سے تو ہر نبی ہر نبی کا مثیل ہو سکتا ہے۔

پھر استثناء والی پیشگوئی کہتی ہے کہ موعود نبی موسیٰ کی قوم میں سے نہیں بلکہ ان کے بھائیوں میں سے ہوگا کسی وجہ سے کہا گیا ہو، یہ سوال نہیں، سوال یہ ہے کہ پیشگوئی میں بھائیوں کی تخصیص ہے اور یہ بہت بڑی علامت موعود نبی کی ہے۔ یہ علامت کہتی ہے کہ موعود بنو اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنو اسمٰعیل میں سے ہونا تھا۔ پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اس طرح اس کلام کی خاص شان اور خاص نوعیت بیان

کردی گئی۔ یہ علامت بھی حضرت مسیح علیہ السلام پر پوری نہیں اُترتی۔ کیونکہ تاریخی شہادتوں کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام نے شاذ ہی کبھی معین طور پر دعویٰ کیا ہو کہ یہ کلام میرے منہ میں اللہ تعالیٰ نے ڈالا ہے۔ نئے عہد نامے میں ایسا کوئی ذکر نہیں۔ اس کی ساری کتابیں آپ کے حواریوں کی بیان کردہ روایات پر مشتمل ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ پھر پیشگوئی کے مصداق کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسی شریعت خدا کی طرف سے لائے جو ہمہ گیری کا رنگ رکھتی ہو۔ جس میں تمام انسانی، اخلاقی، روحانی ضروریات کے لئے ہدایات ہوں۔ اس میں عبادات بھی ہوں، تمدن اور معاشرہ کے اصول بھی ہوں۔ شخصی زندگی کے متعلق بھی ہدایات ہوں، جماعتی زندگی کے متعلق بھی ہوں۔ جامع ہی نہ ہو کامل بھی ہو۔

سب سے بڑی دلیل اس بارے میں کہ یہ پیشگوئی حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق نہیں ہے یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے خود اسے اپنے اُوپر چسپاں نہیں کیا۔ بلکہ اس کے پورا ہونے کے لئے آئندہ کسی زمانے کی طرف کھلا کھلا اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :۔

مجھے ابھی تم سے بہت سی باتیں کہنا ہیں
لیکن تم میں ابھی ان کی برداشت نہیں۔
ہاں جب وہ یعنی روح حق ہے آئے گا
تو سارے حق کی ہدایت کرے گا کیونکہ
اپنے پاس سے کچھ نہ کہے گا بلکہ جو کچھ
سُنے گا وہ کہے گا

(یوحنا باب ۱۶۔ آیت ۱۲-۱۳)

پھر آپ کے حواری بھی یہی سمجھتے رہے کہ پیشگوئی ہنوز پوری نہیں ہوئی۔ وہ پیشگوئی کی عظمت سے آگاہ تھے اور اس کے پورا ہونے کے منتظر۔ چنانچہ اعمال باب ۳۔ آیات ۱۹ تا ۲۶ میں جناب پطرس کا وعظ درج ہے۔ اس وعظ میں استثناء ۱۸ : ۱۸ والی پیشگوئی کے الفاظ دہرائے گئے ہیں :۔

اور موسیٰ نے ضرور یہ کہا تھا کہ خدا تمہارے
لئے تمہارے بھائیوں میں سے موسیٰ کی
مانند ایک نبی بھیجے گا۔ (اعمال ۳-۲۲)

نیز یہ کہ :۔

"اس نبی کی بات جو نہ سُنے گا ہلاک ہوگا"

(اعمال ۳-۲۳)

وعظ کے شروع میں حضرت مسیح علیہ السلام کے دشمنوں کا ذکر کیا اور دشمنوں نے جو کچھ حضرت مسیح علیہ السلام سے کرنا چاہا اور کیا اس پر اظہار افسوس و ملامت کر کے مضمون کو یہ کہہ کر ختم کیا گیا ہے کہ :۔

"انہوں نے یہ سب کچھ بے خبری میں
کیا" (اعمال ۳-۱۷)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب پطرس حضرت مسیح علیہ السلام کے مخالفوں اور موسیٰ والی پیشگوئی کے موعود کے مخالفوں کا مقابلہ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اس موعود کے مخالف ہلاکت سے نہ بچ سکیں گے۔ خدا کا معاملہ اُن سے اَور قسم کا ہوگا۔

تاریخ اور واقعات اور خود حواریوں کی شہادت کی رُو سے استثناء ۱۸ - ۱۸ والی پیشگوئی حضرت مسیح علیہ السلام پر چسپاں نہیں ہو سکتی۔ اسلئے سوال

پیدا ہوتا ہے کہ کیا پھر یہ پیشگوئی رائیگاں گئی؟ ہرگز نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو پیشگوئی جھوٹی نکلتی اور دینی صداقتوں کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے دو ہزار سال بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ آپ پر جو کلام اُترا اس میں جا بجا موسیٰ کی پیشگوئی کا ذکر تھا اور خود آپ کو اس کا مصداق ٹھہرایا گیا (دیکھیں سورۂ ہود آیت ۱۸، سورۂ احقاف آیت ۱۱ و سورۂ مزمل آیت ۱۶)

آپؐ نے دعویٰ کیا کہ آپ ہی وہ مثیل موسیٰ ہیں جس کا ذکر کتاب استثناء میں ہے۔ پیشگوئی کی جملہ بیان کردہ علامات بھی آپ کی ذات اور آپ کے لائے ہوئے کلام اور آپؐ کی بیان کردہ شریعت اور آپ کی کامیابی اور آپ کے دشمنوں کی ہلاکت کی صورت میں پوری ہوئیں۔ پس دینی صداقتوں کا نظام قائم و دائم رہتا خدا تعالیٰ کے نام پر ایک وعدہ ہوتا ہے۔ پھر وقت آنے پر اس وعدہ کا موعود ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ صدیوں پر پھیلا ہوا خدا تعالیٰ کے فرستادوں کی صداقت پر ایک مستقل دلیل مہیا کرتا چلا جاتا ہے۔ یہی سلسلہ خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔

اس پیشگوئی کو حضرت مسیح علیہ السلام پر چسپاں کرنا ایک تو ویسے ہی محال ہے۔ کیونکہ نہ حضرت مسیح علیہ السلام نے نہ ان کے حواریوں نے اس پیشگوئی کو اُن پر چسپاں کیا۔ پھر پیشگوئی کی علامتیں کچھ اور ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات کچھ اور۔ پھر ایک مدعی موجود ہے اور وہ ایسا مدعی ہے جس میں وہ سب علامتیں پائی جاتی ہیں جو پیشگوئی میں بیان کی گئی ہیں تو پھر خواہ مخواہ مسیح علیہ السلام پر اس پیشگوئی کو چسپاں کر کے صداقت کا خون کیوں کیا جائے؟ جبکہ اس پیشگوئی کو اس کے صحیح مصداق یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کرنے سے دینی صداقتوں کی شاندار عمارت پورے طور پر استوار ہو جاتی ہو؟

ہمارے زمانے میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ایک بڑے قابل سیرت نگار[1] نے پھر مسیح علیہ السلام کو مثیلِ موسیٰ بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس نے واقعہ صلیب کے بعد کی تاریخ کو ایک معمہ بنایا ہے اور لکھا ہے۔ ہم کچھ کہہ نہیں سکتے کہ آخر کیا ہوا۔ اتنا کہہ سکتے ہیں کہ مسیح کی آخری آرامگاہ کا کچھ پتہ نہیں[2] پھر لکھا ہے ایسا کیوں نہ ہوتا۔ آخر مثیل موسیٰ کے لئے موسیٰؑ سے ایک مماثلت ضروری تھی اور وہ یہ کہ جس طرح موسےٰؑ کی قبر کا کسی کو علم نہ ہوا اسی طرح مسیحؑ کی قبر کا بھی کسی کو علم نہ ہوا لیکن ہمارے زمانہ میں صلیب اور صلیب کے بعد کے واقعات کی حقیقت بھی کھل گئی اور معلوم ہو گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت ہونے سے بچا لئے گئے اور بعد میں کشمیر میں آکر فوت ہوئے اور اُن کی قبر سرینگر محلہ خانیار میں موجود ہے اور آئے دن اس کا تازہ بتازہ ثبوت بھی ملتا جا رہا ہے اور زیادہ سے زیادہ لوگ اسے مانتے چلے جا رہے ہیں۔ اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قبرِ مسیح کا کسی کو علم نہیں جس طرح قبرِ موسیٰ کی کسی کو خبر نہیں۔ پس یہ مماثلت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کے درمیان بیان کی جاتی ہے۔ یہ بھی فرضی مماثلت ہے۔ جن مماثلتوں کا ذکر پیشگوئی استثناء ۱۸: ۱۸ میں موجود ہے وہ سب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہیں پس وہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں نیز دنیا کی سب قوموں

[1] ہیو جے شیون فیلڈ (Hugh J Schonfield)

قربانی کا برّہ اور اس کی صفات

عیسائیت کا مسئلہ کفارہ

(از قلم مکرم ملک محمد مستقیم صاحب ایڈووکیٹ منٹگمری)

عیسائی دنیا آج اس عقیدہ پر قائم ہے کہ حضرت مسیح انسانیت کی نجات کے لئے قربانی کا برّہ بنے اور اس بنا پر عیسائیت نے مسئلہ کفارہ ایجاد کیا یعنی یہ کہ حضرت مسیح پر ایمان لا کر انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح نے اپنی قربانی پیش کر کے اپنے ماننے والوں کے تمام گناہوں کے بوجھ کو خود اٹھا لیا۔ اس لئے عیسائی حضرت مسیح کو قربانی کا برّہ قرار دیتے ہیں۔ انجیل یوحنا باب ۱ میں لکھا ہے :-

دوسرے دن اس نے (یوحنا نے)
یسوع کو اپنی طرف آتے دیکھ کر کہا۔
دیکھو "یہ خدا کا برّہ ہے جو دنیا کا
گناہ اٹھا لے جاتا ہے"

اس معمّہ کو حل کرنے اور اس افسانے کے الجھے ہوئے تاروں کو سلجھانے کے لئے سب سے پہلے از روئے بائیبل قربانی کی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے۔

پیدائش باب ۴ میں ہے کہ آدم اور حوا سے قائن اور ہابل پیدا ہوئے۔ ہابل چرواہا اور قائن کسان تھا۔ قائن اپنے کھیت کے پھل کا ہدیہ خداوند کے واسطے لایا اور ہابل اپنے بھیڑ بکریوں کے کچھ پلوٹھے اور کچھ اُن کی چربی کا ہدیہ لایا۔ خداوند نے ہابل کو اور اس کے ہدیہ کو قبول کیا۔

پیدائش باب ۸ میں تحریر ہے کہ :-

"جب سطح زمین سوکھ گئی تب خدا نے
نوح سے کہا کہ کشتی سے نکل آ۔ تیرے ساتھ
تیرے بیٹے اور ان کی بیویاں اور جانداروں
کو بھی نکال لا تا کہ وہ زمین پر کثرت سے
بچے دیں اور بارور ہوں ..... تب
نوح نے خداوند کے لئے ایک مذبح بنایا
اور سب پاک چوپاؤں اور پاک پرندوں
میں سے تھوڑے سے لیکر اس مذبح پر
سوختنی قربانیاں چڑھائیں"

ذرّیت آدمؑ کی قربانی کے بعد چونکہ نوحؑ کے ذکر میں سوختنی قربانی کا ذکر ہوا ہے۔ قربانی کی تفصیل پیدائش باب ۲۲ میں اس طرح لکھی ہے :-

"تب اضحاق نے کہا آگ اور لکڑیاں
تو ہیں پر سوختنی قربانی کے لئے برّہ

کہاں ہے۔ ابراہام نے کہا اے میرے بیٹے خدا آپ ہی اپنے واسطے سوختنی قربانی کے لئے برّہ مہیا کرے گا۔ سو وہ دونوں چلتے گئے۔ اور اس جگہ جو خدا نے بتائی تھی وہاں ابراہام نے قربان گاہ بنائی۔ لکڑیاں چُنیں۔ اپنے بیٹے اضحاق کو باندھا اور لکڑیوں کے اوپر رکھا۔ اور ابراہام نے ہاتھ بڑھا کر چھری لی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے۔ تب خداوند کے فرشتہ نے آسمان سے پکارا کہ اے ابراہام! اے ابراہام۔ تو اپنا ہاتھ لڑکے پر نہ چلا اور نہ اس سے کچھ کر۔ کیونکہ میں اب جان گیا کہ تو خدا سے ڈرتا ہے اس لئے تُو نے اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے مجھ سے دریغ نہ کیا۔ تب ابراہام نے مینڈھے کو پکڑا اور اپنے بیٹے کے بدلے سوختنی قربانی کے طور پر چڑھایا۔"

حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ گزرنے کے بعد حضرت موسیٰؑ پر توریت کا نزول ہوا۔ جس میں قربانی پر خاص طور پر زور دیا گیا۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"تو سال میں تین بار میرے لئے عید منانا:"

(الف) ۱۔ عید فسح یا عید فطیر

۲۔ عید کفارہ

۳۔ عید خیام

اور کوئی میرے آگے خالی ہاتھ نہ اُٹھائے۔

(ب) قربانی کے لئے چوپاؤں اور پرندوں کی تخصیص یوں کی:۔

بچھی۔ بکرا۔ گائے۔ بیل۔ بھیڑ۔ مینڈھا اور برہ۔ قمری اور کبوتر۔

(ج) قربانی کی اقسام یہ ہیں:۔

سوختنی قربانی۔ خطا کی قربانی۔ جرم کی قربانی۔ نذر کی قربانی۔ پاکیزگی کی قربانی۔ پہلے اناج اور پھل کی قربانی۔ چوپاؤں کے پلوٹھے کی قربانی۔

ان قربانیوں کی تعداد شمار سے باہر ہے کیونکہ یہ روزانہ۔ ہفتہ وار۔ ماہوار اور سالانہ ہی محدود نہ تھیں بلکہ جب بچہ پیدا ہو۔ جب عورت نہائے۔ جب مریض تندرست ہو۔ جب فصل پک جائے۔ جب پھل آئے اور جب جانور پہلا نر بچہ دیں۔ کوئی دیدہ دانستہ گناہ کرے یا بھول چُوک ہو جائے یشکرانہ دینا ہو یا نذرانہ۔ یہ ان قربانیوں سے علاوہ تھیں جو عید کے تہواروں کے مواقع پر چڑھائی جاتی تھیں۔

یہ تمام قربانیاں قربان گاہ مقررہ پر چڑھانا لازمی تھیں اور سردار کاہن کی معرفت ذبح ہو کر قبولیت کا شرف پا سکتی تھیں ورنہ بے فائدہ تصور ہوتی تھیں۔

کہانت کا پیشہ بنی لاوی یا ہارونؑ کی قوم سے مختص تھا کسی اور کو اس میں شمولیت کی اجازت نہ تھی۔ ان تمام قربانیوں کا گوشت، چربی و کھال بنی لاوی یعنی ہارونؑ کی اولاد نرینہ جن کا پیشہ کہانت تھا ان کیلئے نہ صرف حلال تھیں بلکہ ان کا حق تھا اور یہ حق خدا کی طرف مستقل طور پر

منظور تھا۔ کیونکہ بنی لاوی تیرہ اجتماع، ذبح اور دیگر مذہبی رسوم اور فرائض کی سرانجام دہی پر مقرر تھے۔ چنانچہ گنتی باب ۱۸ میں لکھا ہے کہ:۔

"خداوند نے ہارون سے کہا کہ ملک
میں تجھے کوئی وراثت نہیں ملے گی اور
نہ اُن کے (اسرائیل) درمیان تیرا حصّہ
ہوگا کیونکہ بنی اسرائیل میں تیرا حصّہ اور
میراث مَیں ہوں"

ان قربانی کے جانوروں اور پرندوں پر مزید قید یہ تھی کہ:۔

"ان کی قیمت مَقدِس کے مثقال کے
حساب سے چاندی مقرر ہو"

(احبار باب ۲۷)

ان جانداروں کے علاوہ نذرانہ و شکرانہ و دیگر قربانیوں کے لئے سونا، چاندی، پیتل، قیمتی لباس، زیورات، عطریات، عود، خوشبودار لکڑی بھی بہت مقبول تھے۔ اور ان کی طرف خاص توجہ اور محنت سے ترغیب دی جاتی تھی۔ چونکہ سیاست و سلطنت میں سردار کاہن اور بنی لاوی کا حصّہ نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنی آمد کے اس قدر ذرائع پیدا کر لئے تھے کہ ان کی دولت کسی صورت میں بھی کسی بادشاہ سے کم نہ تھی۔

اس تمہید کے بعد آمدم برسرِ مطلب ـــــ قربانی کا بّرہ، حضرت مسیح کے زمانہ میں سلطنت روما کی عملداری تھی جو اپنی رواداری اور قوانین کی پابندی میں تاریخی شہرت پا چکی تھی۔ چنانچہ جب حاکم یروشلم پلاطوس کے علم میں یہ بات لائی گئی کہ اس کے علاقے کے ایک بڑھئی کا بیٹا اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہتا ہے تو اس نے کہا۔ اگر وہ خدا یا کچھ اور بن جائے تو ہمیں اس سے سروکار نہیں ہم تو صرف اور صرف اُسی وقت مداخلت کریں گے جب امن عامہ میں خلل یا نقص کا اندیشہ ہوگا۔

رومی سلطنت اہلِ فلسطین و دیگر مقبوضات سے جزیہ بشرح نصف درہم فی نفس وصول کرتی تھی۔ اور قیصر روما کا سکہ چلتا تھا جس پر قیصر کی شبیہہ کندہ تھی۔ اس زمانہ میں اہلِ تورات یعنی یہود کی حالت ایسی گر گئی تھی کہ وہ صرف ظاہری رسوم کے پابند ہو کر رہ گئے تھے اور قربانگاہ کی عظمت کی بجائے قربانی کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ خدا کے عہد نامہ کو توڑنا برداشت کیا جا سکتا تھا مگر قربانی یا نذر کے عہد کی تنقیص ناقابلِ معافی گناہ سمجھا جاتا تھا جس کی وجہ سے یہود کے دینی فرقہ یعنی بزرگوں اور کاہنوں نے معبدِ سلیمان یعنی ہیکل پر کامل تسلّط کر کے عوام کو لوٹنے کیلئے ایسے ایسے ڈھنگ وضع کئے تھے اور وہ طریقے ایجاد کئے تھے کہ لوگ دین سے متنفر ہو گئے تھے لیکن بے بسی تھی۔ حکومت نہ دخل دیتی تھی اور نہ کچھ امداد کر سکتی تھی۔ مثال کے طور پر قربانی کا جانور بازار میں مضافات میں اور منڈی میں ارزاں قیمت پر ملتا تھا۔ مگر سردار کاہن کے حکم کے تحت اس کی قربانی قبول نہ کی جاتی تھی۔ بلکہ احاطہ ہیکل میں جن لوگوں کو کاہنوں نے ٹھیکہ دے رکھا تھا۔ ان سے قربانی کا جانور خریدنا ضروری تھا۔ نیز یہ جانور قیصر کے سکّہ سے خریدا نہیں جا سکتا تھا بلکہ مقدس کے مثقال کے حساب سے خریدنا ہوتا تھا۔ اس طریق سے اوّل تو قربانی کرنے والے کو مقدس کے مثقال کے مطابق قیمت

ادا کرنا ہوتی تھی۔ جس میں کاہنوں نے شرح تبادلہ بہت
زیادہ مقرر کر رکھی تھی۔ یعنی دس روپے کے عوض پانچ
مثقال۔

ٹھیکیدار اپنے منافع سمیت قیمت اور بڑھا
دیتا تھا۔ جس کا فی جانور کمیشن بھی کاہنوں کو علاوہ ٹھیکہ
کی رقم کے دینا پڑتا تھا۔

اور جب یہ جانور قربان گاہ پر پہنچتا تھا۔ اور
اچھی خاصی قیمت والا ہوتا تھا تو کاہن اس میں نقائص
کی تلاش کرتا اور بڑی منت سماجت اور بسا اوقات
وصولی نذر لقدر پر قبول کرتا تھا۔ اس طرح سستے داموں
ملنے والا یا کمزور جانور جس سے ہیکل کی آمد اور کمیشن میں
خاص اضافہ نہیں ہوتا تھا رد کیا جاتا۔ اور قربانی کرنے
والے کے ہمراہ چونکہ اس کی بیوی، بیٹی اور بچے ہوتے
تا وہ اس مبارک رسم میں شامل ہو کر ثواب حاصل
کریں اور آئندہ یا گزشتہ سال کے گناہوں کو دھو کر
پاک صاف ہو جائیں۔ ایسی صورت میں کاہن کی انگلیاں
گھی میں ہوتی تھیں اور غریب قربانی پیش کرنے والے
کی حالت قابل رحم ہوتی۔ اس طرح جس کسی کی جیب میں جو کچھ
ہوتا وہ ہیکل کے تقدس کے جذبے اور روحانی جوش کے تحت
نکال کر کاہن کی نذر کر دیتا۔ اس کیفیت کو مد نظر رکھیں تو
دیکھیں کہ ہیکل میں صبح و شام صرافوں کے تخت پوش
بچھے رہتے اور پرندوں اور چارپاؤں کے بیچنے والوں
کی چوکیاں بھی رہتیں۔ بیل، گائے، بھیڑ، بکری، مینڈھے
اور قمری کبوتر کی تجارت خوب ہوتی اور کوئی زائر ہیکل
کے مقام تقدس تک بلا نذر یا خالی ہاتھ نہ جا سکتا تھا۔

جیسا کہ میں نے تمہید میں عرض کیا ہے۔
اس عظمت اور قوت کے مقابلہ میں حضرت مسیح نے
اپنے تئیں پیش کیا۔ اور ایک انقلاب برپا کرنے کیلئے
ہیکل میں داخل ہوئے۔ چونکہ ہیکل سے کاہنوں کی زندگی
وابستہ تھی اس لئے کچھ وقت تک انہوں نے حضرت مسیح
سے کوئی مقابلہ نہ کیا اور اس نئی تحریک کو عارضی خیال کرتے
ہوئے ٹالتے رہے اور اس کے مٹنے کا انتظار کرتے تھے۔
مسیح کا دانش سے بھرپور کلام لوگوں کے دلوں میں اُتر
جاتا اور دیرپا اثر پیدا کر رہا تھا۔ حضرت مسیح کی آواز نے
موجودہ مذہب سے بیگانگی اور سردار کاہن کی حکومت
سے یک لخت لوگوں کو بیزار کر دیا۔ اور وہ مسیح کے
ہمنوا ہو گئے اور ہیکل سے پشت پھیر کر چل دیئے۔ مسیح
کے قول نے کہ ہیکل کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائیگی۔
ان کے دلوں سے ہیکل کی عظمت و ہیبت کو دور کر دیا۔
چنانچہ لوقا باب ۲ میں لکھا ہے کہ:۔

"مسیح نے ہیکل میں بیل، بھیڑ، اور
کبوتر بیچنے والوں اور صرافوں کو
بیٹھے پایا ان کو نکال دیا اور نقدی
بکھیر دی۔ کہ میرے باپ کے گھر کو
تجارت کا گھر نہ بناؤ۔"

اسی طرح متی باب ۲۱ میں آتا ہے کہ:۔

"جو ہیکل میں خرید و فروخت کر رہے
تھے ان سب کو نکال دیا۔ صرافوں کے
تختے اور کبوتر فروشوں کی چوکیاں الٹ
دیں اور کہا کہ خدا نے کہا کہ میرا گھر دعا

کا گھر کہلائے گا۔ اور تم اسے ڈاکوؤں
کی کھوہ بناتے ہو۔"

گویا کہ بنی لاوی یعنی دین یہود کے علمبرداروں نے خدا کے گھر کو تجارت کی منڈی، قربانی کو دولت کمانے کا ذریعہ اور شریعت کو لوگوں کو لوٹنے کا واسطہ بنا رکھا تھا۔ سلطنتِ روما کے افسران کے درمیان سردار کاہن کو بڑی حیثیت حاصل تھی، اس کو دربار میں کرسی ملتی تھی۔ وہ امن کے قیام میں مدد دیتا تھا اور اس سے ایک کثیر رقم بطور ٹیکس حکومت کو سالانہ وصول ہوتی تھی۔

حضرت مسیحؑ کے وعظ و تبلیغ سے ہیکل میں بیٹھنے والے عالم اور استاد لاجواب ہو چکے تھے اور آپ کی تعلیم و کردار عوام کو گرویدہ کرنے لگے تھے۔ وہ ان کا ساتھ دیتے تھے اور ہیکل کی گرفت سے بیزار تھے۔ حضرت مسیحؑ کی یہ تعلیم کہ توبہ کرو خدا تمہارے گناہ معاف کرے گا۔ اپنے بھائی کو بخشو خدا تمہیں بخش دے گا۔ گناہ توبہ سے دھل سکتے ہیں قربانی سے نہیں۔ ہیکل کا تقدس ان کاہنوں اور علماء کے ہاتھوں برباد ہو چکا ہے اور اب "اس ہیکل کا ایک بھی پتھر ایسا نہیں جو گرایا نہ جائے گا۔"

میری اطاعت کرو میں تمہیں خدا کے منشاء سے آگاہ کر دوں گا اور صحیح شریعت بتلاؤں گا جس سے تمہاری نجات وابستہ ہے۔

اس کے علاوہ ان کے سلب امراض کے معجزات نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور غربا، مریض، بے کس اور مفلوک الحال جوق در جوق آپ کے گرد جمع ہونے لگے۔ قربانیوں کی آمد میں کمی واقع ہوگئی، خرید و فروخت کی منڈی سونی پڑ گئی، قربان گاہ کی زیارت کے لئے اب بھولے بھٹکے مسافر و مہمان آنے لگے۔ سونے چاندی کے نذرانے تو بالکل غائب ہو گئے۔ اور لوگوں کے دلوں سے عقیدت و اخلاص کے جذبات بھی مدھم پڑ گئے۔

اب کاہنوں کو فکر ہوئی کہ اگر حکومت کو ٹیکس کی رقم ادا نہ ہوئی تو ہماری قدر کم ہو جائے گی اور وہ سمجھیں گے کہ ہم بے ایمانی کرنے لگے ہیں اور کم رقم ادا کرتے ہیں۔ خود رکھ لیتے ہیں۔ اس طرح حکومت کو موقع مل جائے گا کہ وہ مداخلت کا پہلو نکال کر ہمیں حکمرانی کی حیثیت سے معزول کر کے عام شہری کی طرح کر دے اور قوم اور مذہب کا وقار جاتا رہے۔ لوگ ہمارے ہاتھ سے نکل جائیں۔ ہماری ذاتی آمدن بھی کم ہو جائے جس کا چرچا باہر جا کر ہمارے غلام اور خادم کریں۔ چنانچہ انہوں نے ایک اہم مجلس ہیکل میں طلب کی اور بزرگ سردار کاہن کائفا نے مشورہ دیا کہ ہماری تمام بے چینی کا باعث یسوع ہے ۔۔۔ اُسے خود قتل کر دینا چاہیئے یا حکومت سے قتل کروا دینا چاہیئے۔ تاکہ قوم اور دین اس کے شر سے محفوظ رہے۔ ایک فرد نابود ہو جائے قوم بچ جائے۔ اس مشورہ کی اطلاع جب حضرت مسیحؑ تک پہنچی تو آپ نے کہا:

تم کیوں میرے قتل کے درپے ہو۔ ضرور ہے کہ ابن آدم دکھ اٹھائے اور اونچے پر چڑھایا جائے جس طرح پہلے تم نے اپنا پیٹ بھرنے کے لئے قربانیوں کو ذریعہ بنا رکھا ہے اب اپنی آمد، حیثیت اور وقار کو تم

سمجھنے کے لئے مجھے قربانی کا برّہ بنانا چاہتے ہو۔

کس قدر بے کسی کا حامل ہے یہ جملہ، کس قدر اخلاقی گراوٹ کا اظہار کر رہا ہے یہ فقرہ اس قوم کی جو انسانی قتل اور خون کو اپنی جھوٹی عزت وجاہ کے حصول کا آلہ بناتی ہے یا یہ امر اس فقرہ سے نہایت واضح ہے کہ حضرت مسیحؑ کا مقصد قربانی دینے کا نہیں ہے۔ وہ تو یکسر قربانی کی نوعیت کو تبدیل کرنے کی تبلیغ کرتے ہیں، توبہ کو گناہ کے ازالہ اور معافی کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ وہ بخوشی سردار کاہن، فریسیوں یا فقیہوں کیلئے اپنی جان کو پیش کرتے ہیں۔

یہ جملہ بہت عام اور زبان زد خلق ہے۔ یہ فقط ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے کہ جب کوئی دوسرا اپنی مطلب پرستی، غرض براری اور پرورش نفسی کیلئے دوسرے کو آلۂ کار بنائے۔ اس کو کمزور، بے حیثیت اور بے سہارا سمجھ کر دکھ و تکلیف برداشت کرنے حتیٰ کہ جان دینے کے لئے آگے کر دے اور خود فائدہ اٹھائے تو کہا جاتا ہے کہ تم اسے قربانی کا بکرا بناتے ہو۔

حضرت مسیحؑ کے مذکورہ بالا فقرہ سے یہ استدلال کرنا کہ آپ انسانیت کی نجات کے لئے قربانی کا برّہ ہیں عقل و حکمت کا جنازہ اٹھانا اور دانشمندی سے دُور بھاگنا ہے۔

بائیبل کی رُو سے قربانی کی شرائط بھی قابل غور ہیں:۔

اوّل۔ کسی انسانی قربانی کی مثال نہیں جو عہدنامہ قدیم سے پیش کی جا سکے۔ (تمہید ملاحظہ ہو)

دوم۔ عبادت کی قربانی کی شکل سوختنی قربانی ہے۔ جس کا ذکر ہمیں حضرت ابراہیمؑ، حضرت نوحؑ اور حضرت موسیٰؑ کے عہد میں ملتا ہے۔ یہاں حضرت مسیحؑ کے ساتھ کوئی سوختنی قربانی کا سلوک نہیں کیا گیا۔ اگر مسیحؑ کو معنوی طور پر برّہ تصوّر کیا جائے تب ان کے ساتھ سوختنی یا جلانے کا سلوک ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں اور اس کے قریب قبل زمانہ میں مشرق وسطیٰ میں شمنوں کو زندہ جلایا جاتا تھا۔ سوختنی قربانی کی مکمل شرعی تفصیل کے بعد اس کی تعبیر و تفسیر میں پڑنا لاحاصل ہے۔

سوم۔ قربانی کی قبولیت کی شرط قربان گاہ پر ذبح کرنا ہے اور وہ بھی کاہنوں کے ہاتھ سے۔ حضرت مسیحؑ کو قربان گاہ کا قرب تک نصیب نہیں ہوا بلکہ آپ کو شہر سے باہر ایک اونچی پہاڑی کی چوٹی پر جسے گلگتا (یعنی کھوپڑی) کہتے تھے پھانسی پر لٹکایا گیا۔ اور یہ تمام عمل حکومت وقت قیصر روم کے افسران کے زیر نگرانی تکمیل کو پہنچا۔

چہارم۔ قربانی کے لئے بے عیب ہونا ضروری ہے۔ مگر حضرت مسیحؑ چونکہ مختون تھے اسلئے بزعم نصاریٰ ان کی قربانی معنوی صورت میں بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

پنجم۔ حضرت مسیحؑ کی بائیبل کے مطابق اُس وقت عمر ۳۳ سال تھی۔ اس عمر کا کوئی برّہ قربانی کی حدود میں

شمار نہیں ہو سکتا۔ اور خطاء کی قربانی کے لئے بے عیب مادہ برہ کی تاکید ہے جو مسیحؑ نہ تھے۔ اور جرم کی قربانی کے لئے برہ کی عمر کا تفاوت بہت بڑی روک تھی۔

ششم۔ قربانی والے وجود کی قیمت مقدس کے مثقال کے مطابق خزانہ ہیکل میں داخل ہونا ضروری ہے لیکن مسیحؑ کی گرفتاری کا سودا تیس سکے پر کیا گیا اور وہ بھی ایک غیر متعلق شخص (یہوداہ اسکریوطی) کے ساتھ جبکہ مسیحؑ کے رشتہ دار والدہ، بھائی بہنیں وغیرہم موجود تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:۔ "ابن آدم تو لکھے پر جاتا ہے مگر افسوس ہے اس پر جو اسے پکڑواتا ہے۔"

ہفتم۔ جس جانور یا قربانی پر عیب لگ جائے، یا عیب دار ہو اس کی قربانی نا ممکن تھی۔ حضرت مسیحؑ پر سردار کاہن اور بزرگانِ یہود خدا پر کفر کہنے اور قیصر کے باغی ہونے کا الزام لگاتے تھے اسلئے وہ حضرت مسیحؑ کو قربانی کے برہ کی صورت میں مصلوب نہیں کر رہے تھے؟

ہشتم۔ قربانی کے ذبیحہ کے لئے چھری کا شاہ رگ کو خدا کے نام پر تیزی سے کاٹنا ضروری ہے۔ لیکن حضرت مسیحؑ کی قربانی کے لئے تو شاہ رگ کے قرب میں سوئی تک سے نشان نہیں لگایا اور نہ ہی خون بہایا گیا۔ کیونکہ بہتا خون ہی جان ہے اور اس کا بہاؤ شاہ رگ کے چشمہ سے ضروری ہے۔ پھانسی کے ذریعہ قربانی کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

نہم۔ بنی اسرائیل کا انبیاء کو قتل کرنا عام تھا حضرت یحییٰؑ کو قتل کیا گیا اور حضرت زکریاؑ کو تو مذبح اور مقدس کے درمیان ہیکل میں قتل کیا تھا۔ اس طرح تلوار یا چھری بطور آلہ قتل بغرض ذبیحہ ضروری ہے۔ چونکہ حضرت مسیحؑ کی گردن ذبیحہ کی مانند تلوار یا چھری کی دھار کے تلے نہیں آئی اسلئے قربانی کے مقام تقدس تک رسائی نہیں پا سکتی۔

دہم۔ حضرت مسیحؑ کی پھانسی پر پکار "ایلی ایلی لما سبقتنی" یعنی "اے اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا" بھی یہ دلالت کرتی ہے نہ کہ جذبۂ قربانی پر جس کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔

یازدہم۔ تورات کی رُو سے جو پھانسی چڑھا لعنتی ہوا اس لئے حضرت مسیحؑ کے لئے تو قربانی کا لفظ ہی استعمال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قربانی کو جو مقام عظمت مذہبی دنیا میں حاصل ہے اس کا لعنتی موت سے کیا مقابلہ؟

دوازدہم۔ قربانی کے جانور کا خون کچھ تو قربان گاہ پر چھڑکا جاتا اور کچھ کاہن اپنی داہنی انگلی سے قربانی دینے والے کے دائیں کان، دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور دائیں پاؤں کے انگوٹھے پر لگاتا تاکہ قربانی کا وجود قربانی کرنے والے کے حق میں سرخروئی کا موجب ہو۔ یہ سلوک حضرت مسیحؑ سے نہیں کیا گیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ مسیحؑ کو

قربانی کا بدلہ قرار دینا اچھی خاصی خوش فہمی ہے۔

سیزدہم ۔ قربانی کے جانور کی کھال، گوشت، چربی، خون ذبح کے بعد کام میں لایا جاتا اور آنکھیں اس کا مشاہدہ کرتی ہیں۔ مگر حضرت مسیح کا جسم تو بزعم نصاریٰ زمین سے ہی غائب کر کے آسمان پر پہنچا دیا گیا۔ اس لئے قربانی کی شہادت کا نشان بھی مٹ گیا۔ اس صورت میں قربانی کا تسلیم کرنا محال رہا۔

چہاردہم ۔ قربانی اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی رضا کے حصول کے لئے پیش کی جاتی ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے قربانی دیتا ہے۔ اگر ایسا مانا جائے تو وہ کس کے لئے قربانی دیتا ہے اور کیوں؟ پس حضرت مسیح کا خدا کی جانب سے انسانیت کی خاطر قربان ہونا بعید از عقل خیال ہے۔ واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ✣

کسر صلیب کی تکمیل اور ہمارا فرض

(جناب ڈاکٹر محمد رمضان صاحب بشیر)

ہر نبی کے وقت میں ایک عظیم فتنہ برپا ہوتا اور ایک مہیب بُت قائم ہوتا ہے جسے مٹانا اور پاش پاش کرنا ضروری ہو جاتا ہے قبل اس کے کہ آئندہ نیکیوں اور امن کے لئے راہ ہموار کی جائے۔ اس وقت سب سے بڑا فتنہ صلیب کا تھا جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید سے استنباط کردہ دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے پاش پاش کر دیا ہے۔ باقی جو اس کے دم خم ہیں وہ آنحضورؐ کے حواریوں کے لئے مقدر ہیں کہ وہ انہیں نکال دیں تا اس فتنہ عظیم کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا جائے۔

اغیار اسلام کی دلکش تعلیم کا لوہا مانتے ہیں لیکن ساتھ ہی وہ یہ اعتراض بھی کر دیتے ہیں کہ انہیں وہ جگہ بتائی جائے جہاں اس تعلیم پر پورا عمل ہوتا ہے۔ یہ اعتراض انکا وزنی ہے جس کا ہمارے پاس مسکت جواب نہیں ہے کیونکہ بدقسمتی سے مسلمان اسلامی تعلیم کے عملی پہلو کو اس وقت فراموش کر چکے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بھی اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ اعتقادی طور پر تو ہم غیروں پہ فتح حاصل کر چکے ہیں لیکن ابھی عملی طور پر نہیں۔ پس ہمارے لئے یہ بہت ضروری امر ہے کہ ہم اس کمی کو بھی پورا کر دکھائیں ورنہ خالی دعویٰ کوئی چیز نہیں۔ اگر ایک طرف ہم عیسائی عقائد کا بطلان کریں لیکن دوسری طرف عیسائیت کی تعلیم و تہذیب کو ہم وہ غلط حد تک لے جائیں بلکہ اسکو اختیار کرنے میں فخر محسوس کریں تو ہم اپنے دعویٰ میں کس طرح سچے گردانے جاسکتے ہیں؟ یہ تو اسی وقت ہو سکتا ہے کہ نہ صرف عقائد بلکہ اپنے اعمال اور کردار میں بھی خلافتِ راشدہ کی طرح ہم اسلامی تعلیم و تہذیب کی فوقیت نہ صرف عیسائیت بلکہ دنیا کے تمام مذاہب پہ بھی عملاً ثابت کر کے ایسی فتح حاصل کر لیں جو عظیم الشان اور ہمیشہ رہنے والی ہو۔ وہی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا وقت ہوگا۔ دوستو! آؤ ہم سب اپنے اعمال سے اس یوم موعود کو قریب تر کرنے کے لئے جدوجہد کریں ✣

کفّارہ

(از جناب آفتاب احمد صاحب بسمل کراچی)

اک دن ہوئی اک پادری صاحب سے ملاقات　　کفارہ کے موضوع پہ چل نکلی خدا بات
کہنے لگے "آدم تھے خطاکار اسی باعث　　ورثے میں گناہ مل گیا از بہرِ مکافات
مصلوب خداوند ہوئے ہم کو بچانے　　دنیا کی منجی ہے یسوع ناصری کی ذات"
مَیں نے کہا "عقدہ یہ سمجھ میں نہیں آتا　　ہے آپ کا کفارہ عجب ایک طلسمات
مجرم ہو کوئی اور سزا دوسرا پائے　　خود آپ بتائیں کہ یہ انصاف کی ہے بات؟
ورثے کے گناہ کا یہ عقیدہ ہی غلط ہے　　آدم تھے خطاکار ـ یہ ہے محض خرافات
بالفرض گر آدم سے کوئی بھول ہوئی تھی　　اولاد میں آتے نہیں اس کے اثرات
آدم سے ہوئی بھول بھی حوّا کی بدولت　　اس بھول میں حوّا کا یقیناً تھا بڑا ہات
ثابت ہوا آدم تو خطاکار نہیں تھے　　حوّا نے مگر کھائی تھی شیطان سے کچھ مات
جو حوّا کی بیٹی سے ہو بن باپ کے پیدا　　"ورثے کا گناہ" اس میں تو پھر ہوگا بدرجات
کس طرح گناہ اس نے پھر اَوروں کے اٹھائے　　سمجھا دیں مجھے آپ خدارا یہ ذرا بات"
جب بن نہ پڑا اُن سے جواب اسکا تو بولے　　"دراصل خداوند کی ہے یہ بھی کرامات"
مَیں نے کہا کچھ اَور نشاں ان کے بتائیں　　معلوم ہوں تا اُن کے ہیں اَور کمالات"
کہنے لگے "مُردوں کو یسوع نے کیا زندہ　　بینا کیا اندھوں کو یہ تھے انکے نشانات"
مَیں نے کہا "فرمانا بجا آپ کا لیکن　　خود حضرت عیسٰی نے کہی اور ہی تھی بات
ان کا تو یہ کہنا تھا کہ اس دَور کے بدکار　　مجھ سے جو طلب کرتے ہیں اعجاز و نشانات

یونسؑ کا نشاں ان کو فقط مجھ سے ملے گا — میرے بھی وہی ہونگے جو یونسؑ کے تھے حالات
جس طرح کہ یونسؑ رہا مچھلی کے شکم میں — مَیں زیرِ زمیں رہ کے دکھاؤنگا کرامات"
پس سب سے بڑا ان کا یہی ایک نشاں تھا — اب مجھ سے سُنیں اور بھی کچھ آگے کے حالات
یونسؑ تو رہے زندہ ہی مچھلی کے شکم میں — عیسیٰ بھی رہیں زیرِ زمیں زندہ تو ہے بات
مصلوب مگر ہو کے اگر مرتے ہیں عیسےٰؑ — یکساں نہیں ہو سکتے ہیں پھر دونوں کے حالات
یکساں بھی ہوتے ہیں کہ عیسیٰ رہیں زندہ — یونسؑ کی طرح قوم میں انکی بھی ہوا وقات
جب اپنی رسالت کے مقاصد کو وہ پالیں — اُس وقت وفات اُنکو ملے جب ہے کرامات
حق یہ ہے کہ سب کچھ ہے یہ تاریخ سے ثابت — گو آپ نہ تسلیم کریں یہ ہے الگ بات
پس جبکہ صلیب ان کی نہیں موت کا باعث — کفارہ ہے مجموعۂ پارینۂ آیات
اب مختصراً آپ کو مَیں یہ بھی بتا دوں — کیا حضرت عیسیٰؑ کے رہے بعد میں حالات
زخم اُن کے ہوئے مرہم عیسیٰ سے جب اچھے — گزرے تھے ابھی زیرِ زمیں تین ہی دن رات
شاگردوں کے ہمراہ پناہ گاہ سے نکلے — ہجرت کی غرض سے وہ چلے حسب ہدایات
مقصود یہ تھا گمشدہ بھیڑوں کو وہ ڈھونڈیں — پہنچائیں پیام اپنا انہیں دے کے بشارات
اس واسطے کشمیر چلے آئے تھے عیسےٰؑ — تاریخی حقائق ہیں یہ از قسمِ بدیہات
حق اپنی رسالت کا ادا کر چکے جب وہ — دی حق نے وفات ان کو یہ رفعِ درجات
مدفون سرینگر میں ہیں حضرت عیسےٰؑ — ثابت ہوا کفارہ ہے محض ایک خرافات

تفصیل سے جب مَیں نے بیاں کر دی حقیقت
اب بھی یہ عقیدہ جو رکھیں آپ تو ہیہات

کارآمد حوالہ جات

مسیحیوں سے تبلیغی گفتگو میں استعمال ہونیوالے مفید حوالہ جات

{ ذیل کے مضمون والہ حوالہ جات جامعہ احمدیہ کے شعبہ موازنۂ مذاہب نے (جس کے انچارج مکرم سید محمود احمد صاحب فاضل بی۔ اے پسر حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ ہیں) پیش کئے ہیں۔ (ایڈیٹر) }

ردِّ تثلیث والوہیتِ مسیح

● مسیح کا خدا ہونے سے واضح انکار (یوحنا ۱۰/۳۴-۳۷)

● مسیح کا ابن اللہ ہونا ثبوتِ الوہیت نہیں۔
دوسرے لوگ بھی خدا کے بیٹے ہیں۔ (زبور ۸۹/۲۶-۲۷ ۔ ۱ تواریخ ۲۲/۹-۱۰ ۔ زبور ۸۲/۶ ۔ زبور ۶۸/۵ ۔ متی ۵/۹ ۔ لوقا ۳/۳۸)

● اکلوتے بیٹے کا لفظ ثبوتِ الوہیت نہیں۔
(خروج ۴/۲۲)

● مسیح کے معجزات ثبوتِ الوہیت نہیں۔
انسانوں سے ایسے معجزات ظاہر ہوسکتے ہیں اور ہوئے۔
(۲ سلاطین ۵/۱ تا ۱۴ ۔ ۱ سلاطین ۱۷/۱۲-۱۶ ۔ ۲ سلاطین ۴/۲-۷ ۔ یشوع ۳/۹ تا ۱۶ ۔ ۲ سلاطین ۲/۸-۱۵ ۔ متی ۱۲/۲۱-۲۳ ۔ مرقس ۱۱/۲۲-۲۴ ۔ متی ۱۰/۱ ۔ مرقس ۱۶/۱۷-۱۸ ۔ یوحنا ۱۴/۱۲ ۔ متی ۲۴/۲۴ ۔ متی ۷/۲۲ ۔ ۱۷/۲۰ ۔ ۲۱/۲۱ ۔ مرقس ۱۳/۲۲ ۔ یوحنا ۱۴/۱۲)

● مُردے زندہ کرنا ثبوتِ الوہیت نہیں کیونکہ بقول بائیبل دوسرے انسانوں نے مُردے زندہ کئے۔
(۲ سلاطین ۴/۳۲ تا ۳۵ ۔ ۱ سلاطین ۱۷/۱۸ تا ۲۲ ۔ ۲ سلاطین ۱۳/۲۱ ۔ اعمال ۹/۴۰)

● گناہ معاف کرنے کا اختیار ثبوتِ الوہیت نہیں
(متی ۹/۶-۸ ۔ یوحنا ۲۰/۲۳)

● مسیح انسان کا بیٹا ہے (متی ۹/۶ ۔ ۱۲/۸ ۔ ۱۲/۳۲ ۔ ۱۶/۱۳ ۔ ۲۴/۳۰ ۔ ۲۶/۴۵ ۔ ۲۶/۶۴)

● باپ بیٹا اور روح القدس کا درجہ مساوی نہیں
(متی ۱۲/۳۲ ۔ ۲۳/۹،۱۰ ۔ ۲ پطرس ۱/۱۷ ۔ لوقا ۱۲/۱۰ ۔ یوحنا ۵/۳۰ تا ۳۴ ۔ یوحنا ۷/۲۸، ۲۹ ۔ یوحنا ۱۴/۲۸ ۔ ۱۵/۳۱)

● مجرموں کی عدالت کرنا ثبوتِ الوہیت نہیں۔
(متی ۱۹/۲۸ ۔ لوقا ۲۲/۳۰ ۔ یوحنا ۵/۲۷)

● اختیار کا مالک ہونا ثبوتِ الوہیت نہیں۔
حواریوں کو بھی اختیار تھا۔ (متی ۱۸/۱۸)

● خدائی معصومیت مسیح کو حاصل نہیں۔ (لوقا ۱۸/۱۹) مسیح کا چیلنج کہ تم میں سے کون مجھ پر گناہ ثابت کرسکتا ہے خدائی معصومیت کا ثبوت نہیں کیونکہ یہی چیلنج یسعیاہ نے دیا۔ (یسعیاہ ۵۰/۸)

● مسیح کو خدائی اختیار حاصل نہیں۔ (متی ۲۰/۲۱ ۔ مرقس ۱۰/۴۰)

● مسیح کو علمِ غیب نہیں تھا۔ (متی ۱۸/۲۲ ۔ مرقس ۱۳/۳۲۔

سب کچھ جانتا ہے" کے الفاظ سے مسیح کا علمِ غیب ثابت نہیں ہوتا۔ سلیمانؑ کے متعلق لکھا ہے سلیمان سے کوئی بات پوشیدہ نہ تھی۔ (۱-تواریخ ۹:۲)

• بنائے عالم سے پیشتر ہونا ثبوتِ الوہیت نہیں۔ (افسیوں ۱:۴ - عبرانیوں ۷:۳)

• "مسیح کا باپ میں اور باپ کا مسیح میں ہونا" کے الفاظ ثبوتِ الوہیت نہیں۔ (یوحنا ۱۴:۲۰ - ۱۵:۴ - ۱۷:۲۱ - افسیوں ۴:۶ - ۲-پطرس ۱:۴)

• توحید کا واضح اقرار۔ (یوحنا ۱۷:۳ - ۱-کرنتھیوں ۸:۴ - مرقس ۱۲:۲۸ تا ۳۴)

• مالکِ کل ہونا ثبوتِ الوہیت نہیں (۱-کرنتھیوں ۳:۲۲)

• مسیح کے لئے "خدا کی صورت" اور "خدا کی طرح" کے الفاظ ثبوتِ الوہیت نہیں۔ (یوحنا ۱۰:۳۴ - پیدائش ۱:۲۷)

• مسیح کے لئے "ازلی ابدی" ہونے کے الفاظ ثبوتِ الوہیت نہیں۔ (عبرانیوں ۷:۳)

• مسیح کے انسانی حالاتِ زندگی مثلاً پیدائش، موت، دکھ اٹھانا، دعا کرنا، غذا کھانا، دکھ اور تکلیف کا اظہار کرنا وغیرہ تفصیلاً چاروں اناجیل میں مذکور ہیں۔

ردِّ کفارہ

• مسیح صلیب پر لٹکنا نہیں چاہتا تھا۔ (متی ۲۶:۳۹ تا ۴۲ - ۲۷:۴۶ - لوقا ۲۲:۴۲ تا ۴۶)

• یہ جائز نہیں کہ گناہ کوئی کرے اور سزا کوئی پاوے۔ (حزقیل ۱۸:۱ تا ۲۰ - سموئیل ۲:۳ - مکاشفات ۲۰:۱۲)

• آدم کی غلطی سے سب انسان گناہ گار نہیں ہوئے

بائیبل میں بہت سے لوگوں کے بے گناہ ہونے کا ذکر ہے۔ مثلاً حنوک، پیدائش ۵:۲۲-۲۴۔ نوح، پیدائش ۶:۹۔ ایوب، ایوب کی کتاب ۱:۱۔ ملک صدق سالم، عبرانیوں ۷:۱ و ۳۔ زکریاہ اور ان کی بیوی، لوقا ۱:۶۔ یوحنا، لوقا ۱:۱۵۔ حزقیاہ، ۲-سلاطین ۲۰:۳ + رومیوں ۵:۱۴ میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے آدم کی طرح گناہ نہ کیا تھا۔

• بغیر سزا کے معاف کرنا اور بغیر بدلہ کے رحم کرنا عدل کے خلاف نہیں۔ (متی ۵:۴۳ تا ۴۸ - یوحنا ۸:۱ تا ۱۱ - متی ۲۰:۱ تا ۱۶)

• اگر کفارہ حق ہے تو آدم کے گناہ کی سزا جو پرانے عہد نامہ میں مذکور ہے کیوں منسوخ نہیں ہوئی (پیدائش ۳:۱۴ تا ۱۸)

• ایمان بغیر اعمال کے بیکار ہے (یعقوب ۲:۱۴ تا ۲۶)

• نیکوں کی شفاعت سے بدوں کے گناہ بخشے گئے۔ (گنتی ۱۲:۱۳، ۱۴:۱۹ - استثنا ۹:۱۹ - خروج ۳۲:۳۲)

انجیل کا الہامی مقام

• نئے عہد نامہ کے باہمی اختلافات جو کسی تاویل سے حل نہیں کئے جا سکتے:۔

(۱) مسیح کے نسب نامہ مذکورہ متی ۱:۱ تا ۱۷ کا ناموں کی تعداد و تعیین میں اختلاف۔ لوقا ۳:۲۳ تا ۳۸

(۲) وطن کی تعیین کے متعلق اختلاف۔ (متی ۱۳:۵۷ و مرقس ۶:۱ تا ۶ و لوقا ۴:۲۴ بمقابلہ یوحنا ۴:۴۳ تا ۴۵)

(۳) حادثۂ صلیب کے بعد حواریوں کو گلیل جانے یا یروشلم میں ٹھہرے رہنے کے بارہ میں حکم میں اختلاف

(متی ۲۶/۲۹ بمقابلہ اعمال ۱/۱)

(۴) مرقس ۱۲/۳۵ تا ۳۷ کے مطابق مسیح داؤد کا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ متی ۱/۱ میں مسیح کو ابن داؤد کہا گیا ہے۔

پہلی تین اناجیل کے مطابق مسیح کو صلیب پر فسح کے کھانے کے دوسرے روز لٹکایا گیا۔ (متی باب ۲۶، مرقس باب ۱۴، لوقا باب ۲۲۔ بمقابلہ یوحنا ۱۸/۲۸۔ جس کی رو سے فسح کے کھانے سے قبل صلیب پر لٹکایا گیا۔

• نئے عہد نامہ کے مصنفین اپنی کتب کو الہامی نہیں سمجھتے۔ (لوقا ۱/۱ تا ۴۔ اکرنتھیوں ۷/۲۵)

• انجیل کی تعلیم نامکمل ہے۔ (یوحنا ۱۶/۱۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بشارات

متی ۲۱/۳۳ تا ۴۶، مرقس ۱۲/۱ تا ۱۲، لوقا ۲۰/۹ تا ۱۸، مکاشفہ باب ۱۰، مکاشفہ ۱۲/۱ تا ۶، مکاشفہ ۱۹/۱۱ تا ۱۶، استثناء ۱۸/۱۷ تا ۲۰، ۳۳/۱ تا ۳، یسعیاہ ۴۲/۱ تا ۱۷، دانی ایل ۲/۴۴، حبقوق باب ۳، غزل الغزلات ۵/۱۰ تا ۱۶، یوحنا ۱۶/۱۲ تا ۱۴، پیدائش ۱۵/۱ تا ۴، حزقی ایل ـــ، یسعیاہ ۲۱/۱۳ تا ۱۷، ۲۸/۵ تا ۱۷، زبور ۱۱۸/۲۲۔

مسیح کا صلیبی موت سے بچنا اور دوسرے علاقوں میں جانا

• یوناہ نبی کے نشان سے مماثلت۔ (متی ۱۲/۴۰، ۱۶/۴، لوقا ۱۱/۲۹ تا ۳۰)

• مسیح کے دوسرے علاقوں میں جانے کی پیشگوئی۔ (یوحنا ۱۰/۱۶)

• مسیح کی صلیبی موت بقول بائیبل مسیح کو نعوذ باللہ موردِ لعنت بناتی ہے۔ (استثناء ۲۱/۲۳)

• وہ قرائن جن سے مسیح کے صلیبی موت سے بچنے کا پتہ لگتا ہے۔ سبت کے احترام کے پیش نظر مسیح کا صلیب سے جلد اتار لیا جانا۔ (یوحنا ۱۹/۳۱) پیلاطس کا تعجب کہ وہ ایسا جلد مر گیا (۱۹/۱۹) پیلاطس اور صوبیدار کا مسیح کا ہمدرد ہونا (لوقا باب ۲۳۔ متی باب ۲۷) مزعومہ موت کے بعد پسلی میں بھالا لگنے کے نتیجہ میں اس میں سے خون نکلنا (یوحنا ۱۹/۳۴) حادثہ صلیب کے بعد مسیح کا اپنے مادی جسم کے ساتھ حواریوں کو مل کر اپنے زخم دکھانا (یوحنا باب ۲۰) اور غذا کھانا (لوقا ۲۴/۳۶ تا ۴۲) مسیح کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں (یوحنا ۱۹/۳۳) دونوں چور جو اس کے ساتھ صلیب دیئے گئے تھے صلیب پر نہیں مرے (یوحنا ۱۹/۳۲)

مسیح کا مشن بنی اسرائیل کے لئے محدود تھا مسیح نے موسوی شریعت منسوخ نہیں کی

متی ۵/۱۷ تا ۲۰۔ ۷/۱۲۔ ۸/۴۔ ۱۰/۶۔ ۱۵/۲۴۔ ۱۹/۱۸۔ ۲۲/۴۰۔ ۲۳/۳۔ ۲۳/۲۳، یعقوب ۲/۱۰، ۱۲۔ لوقا ۵/۱۴۔ ۱۶/۱۷، یوحنا ۷/۲۱ تا ۲۴، لوقا ۲۴/۱۔

مسیح کی آمدِ ثانی

• آمدِ ثانی کے متعلق نئے عہد نامہ کی پیشگوئی لفظاً پوری نہیں ہوئی۔ (متی ۱۰/۲۳۔ ۱۶/۲۸۔ ۲۴/۳۵ اور تھسلنیکیوں ۴/۱۴ تا ۱۸، لوقا ۹/۲۶، ۲۷۔ ۲۱/۳۲)

• پرانے عہد نامہ میں ایلیاہ کی آمدِ ثانی کے متعلق پیشگوئی یوحنا کی ذات میں پوری ہوئی۔ (متی ۱۱/۱۴ اور ۱۷/۱۱ تا ۱۳، مرقس ۹/۱۱ تا ۱۳)

کچھ کفّارہ کے متعلّق

(جناب ملک فضل کریم خان صاحب تسلیم بی۔ اے محمد نگر۔ لاھور)

کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام الوہیت اور انسانیت کا مجموعہ تھے۔ انہوں نے اپنی الوہیت کے اقتدار سے سب کے گناہوں کو اپنے اُوپر لے لیا اور انہیں انسانیت کے اعتبار سے صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ مقامِ غور ہے صلیب پر انسانیت کو لٹکایا جاتا ہے جس نے گناہوں کو نہیں اُٹھایا الوہیت جس نے گناہوں کو اٹھایا تھا بچ جاتی ہے۔ کوئی مسیحی عالم یہ نہیں کہتا کہ مسیح کی الوہیت صلیب پر لٹکائی گئی تھی۔ رہ گئی انسانیت، اگر انسانیت کو ہی کفارہ اور فدیہ بننا تھا تو انسانیت اور الوہیت کے مجموعہ کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ خدا اور مذہب کے لئے سینکڑوں پاک انسان مسیح سے پہلے اور بعد بھی قربان ہوتے رہتے ہیں؟

پھر انجیل کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب کے ڈر سے ایلی ایلی لما سبقتانی کہتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کی انسانیت بھی صلیب پر چڑھنے کے لئے اپنی رضامندی اور خوشی سے تیار نہ تھی عیسائی کہتے ہیں کہ پیشگوئیوں میں جو برّہ کا ذبح کیا جانا درج ہے اس سے مراد حضرت مسیح ہیں لیکن انجیل کے بیان کے مطابق حضرت مسیح ذبح نہیں کئے گئے اور صلیب پر لٹکائے جانے کے باوجود زندہ ہی رہے۔ یہ بیان صاف دلیل ہے کہ مسیح علیہ السلام کو کفارہ نہیں بنایا گیا۔ جب کفارہ ہی نہ ہوا تو مسئلہ کفارہ باطل ٹھہرا۔ دوسرے لفظوں میں کفارہ کا مسئلہ ایک بے حقیقت بات ہے۔ حضرت مسیح کے جن حواریوں نے ان کو صلیب پر مرنے اور قتل ہونے سے بچتے دیکھا انہوں نے ہمیشہ اعمال پر زور دیا ہے اور لکھا ہے کہ ایمان بغیر عمل کے ایسا ہی ہے جیسے بدن بغیر روح کے لیکن پولوس نے جو حواری نہ تھا کفارہ پیا تا زور دیا کہ شریعت کو بھی لعنت ٹھہرایا۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کون سچا ہے؟

اس کے علاوہ پادری صاحبان کفارہ کی فلاسفی بیان کرتے وقت کہا کرتے ہیں کہ اگر خدا گنہ گاروں کو سزا دیتا تو یہ اس کے رحم کے خلاف ہوتا اور اگر چھوڑ دیتا تو عدل کے خلاف ہوتا۔ اسلئے اس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو بھیجا۔ اس نے گنہ گاروں کے گناہوں کو اٹھایا ان کے بدلے خود عذاب سہا اور اس طرح عدل پورا ہو گیا اور رحم کرنے کا طریق نکل آیا۔ لیکن ذرا غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ گنہ گار کو چھوڑ کر بے گناہ کو سزا دینا عدل کے سراسر خلاف ہے اور عام آدمی کو چھوڑ کر اکلوتے بیٹے کو عذاب میں ڈالنا رحم کے بالکل خلاف ہے۔

غرضیکہ کفارہ کا مسئلہ کیا بلحاظ عقل اور کیا بلحاظ نقل ایک بے بنیاد اور بے ثبوت بات ہے۔ جس سے سادہ لوح انسانوں کو دھوکا میں ڈالا جاتا ہے ◆

مشہور پادری عبدالقیوم صاحب کی عہد شکنی کی سرگذشت

(از جناب شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ)

مورخہ ۱۷/۹/۶۲ کو ایک معمر عیسائی خاتون مس سمدو (SAMDU) صاحبہ[1] میرے پاس تشریف لائیں اور مجھے دعوت دی کہ "پادری عبدالقیوم صاحب کوئٹہ آئے ہوئے ہیں انکو اسلام کی بڑی واقفیت ہے میں چاہتی ہوں کہ آپ سے ان کی گفتگو ہو جائے"۔ میں نے ان سے گذارش کی کہ آپ کے پادری صاحبان بالعموم احمدیوں سے گفتگو کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس پر مس سمدو صاحبہ نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہے۔ پادری عبدالقیوم صاحب تو ہمیں قرآن شریف کی آیات اور احادیث سُنا سُنا کر سمجھاتے ہیں کہ اسلامی کتابوں کی رُو سے بھی موجودہ عیسائی عقائد کی تائید ہوتی ہے۔ پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ گفتگو کے لئے آمادہ نہ ہوں۔ میں نے اُن سے گزارش کی کہ آپ پادری صاحب سے وقت لے لیں۔ ہم تین چار دوست انشاء اللہ حاضر ہو جاویں گے۔ مورخہ ۱۸/۹/۶۲ کو پھر مس سمدو صاحبہ نے فون پر بتایا کہ میں نے آج شام کو ۴ بجے کا وقت پادری صاحب سے لیا ہے۔ کیا آپ ۴ بجے شام مشن ہسپتال تشریف لا سکتے ہیں؟ اس پر

خاکسار نے گزارش کی کہ ۴½ بجے ہماری نماز عصر کا وقت ہوتا ہے۔ ہم نماز ادا کر کے انشاء اللہ حاضر ہو جاویں گے۔

ہم چار پانچ دوست نماز عصر کے فوراً بعد مشن ہسپتال روانہ ہو گئے۔ یہ عاجز اور مکرم محمد عیسیٰ جان صاحب سکوٹر (موٹر سائیکل) پر گئے تھے اسلئے دو تین منٹ میں ہی وہاں پہنچ گئے۔ مس سمدو صاحبہ اور ایک اور عیسائی صاحب وہاں کھڑے تھے۔ چنانچہ وہ ہمیں قریب ہی ایک مکان پر لے گئے۔ اتنے میں تین اور دوست بھی سائیکلوں پر آ پہنچے۔ ہمیں مکان کے باہر سڑک پر کھڑا کر کے وہ عیسائی صاحب اندر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سر جھکاتے ہوئے واپس آئے اور کہنے لگے کہ پادری عبدالقیوم صاحب فرماتے ہیں کہ آپ لوگ دیر سے آئے ہیں اسلئے ہم گفتگو نہیں کر سکتے۔ میں نے گزارش کی کہ ہم ٹھیک وعدہ کے مطابق وقت پر آئے ہیں دیر سے ہرگز نہیں آئے۔ اس وقت پانچ بجنے میں دس منٹ باقی ہیں، طے شدہ پروگرام کے مطابق ہم بروقت پہنچے ہیں۔ یہ سب پروگرام مس سمدو صاحبہ سے طے ہوا تھا آپ انہیں بلائیں تا بات کی جا سکے۔ نیز یہ بھی گزارش کی کہ آپ جناب پادری صاحب سے عرض کریں کہ ہمیں صرف بیس منٹ ہی دیدیں۔ ہم اس وقت کے اندر اندر گفتگو ختم کر دیں گے۔ اس پر

---

[1] مس سمدو صاحبہ مشہور مسلمان عالم مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی رشتہ دار ہیں جو عرصہ سے عیسائی بن چکی ہیں۔

وہ صاحب پھر اندر گئے اور واپس آکر کہنے لگے کہ ۵½ بجے پادری صاحب کا مشن ہسپتال کے کمپونڈ میں لیکچر ہے اسلئے وہ تیاری میں مصروف ہیں لہذا اب وقت نہیں دے سکتے۔

ہم ابھی یہ باتیں کر رہے تھے کہ کوئٹہ کے مقامی بڑے پادری مسٹر رومال شاہ (Roomal Shaw) بھی آگئے۔ اُن سے مَیں نے اس واقعہ کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے گزارش کی کہ آپ اندر جاکر پادری صاحب سے کچھ وقت لے دیں۔ پادری صاحب فرمانے لگے کہ ۵½ بجے پادری عبدالقیوم صاحب کا لیکچر "مسیح کی آمد ثانی" پر ہے۔ آپ لوگ وہاں آکر اُن کا لیکچر سُنیں۔ اس پر مَیں نے گزارش کی کہ ہم تو وعدہ کے مطابق گفتگو کرنے آئے تھے لیکن ہمیں مایوس کیا جا رہا ہے۔ تاہم ہم اس شرط پر اُن کا لیکچر سُننے کے لئے تیار ہیں کہ آپ لیکچر کے بعد ہمیں بھی موقع دیں۔ میرے اصرار پر پادری رومال شاہ پھر اندر آگئے اور واپس آکر فرمایا کہ ٹھیک ہے آپ لیکچر سُنیں۔ اس کے بعد وہاں تو نہیں البتہ اسی مکان میں ۶½ بجے آپ گفتگو کر لیں۔ گو انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ لیکچر کے بعد سامعین کے سامنے ہمیں سوال کرنے کا موقع دیا جاتا۔ تاہم ہم نے اس تجویز کو بھی قبول کر لیا۔ وہاں سے ہم ہسپتال کے کمپونڈ میں ۵½ بجے پہنچ گئے۔ پادری صاحبان نے بجائے ۵½ بجے کے جان بوجھ کر ۵ بج کر ۴۰ منٹ پر جلسہ کی کارروائی شروع کی۔ جلسہ گاہ میں آنے سے پیشتر ہمارے غیر از جماعت دوست شیر بہادر صاحب بھی پہنچ گئے تھے جب اُنہیں سب واقعہ سُنایا تو اُنہوں نے فرمایا کہ مَیں اِس بات کا گواہ ہوں کہ مسز سمد صاحبہ سے یہی بات طے ہوئی تھی کہ نماز عصر جو ۴½ بجے ہوگی کے بعد گفتگو کے لئے جانا ہے۔

القصہ مختصر یہ کہ پادری عبدالقیوم صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور بجائے اس کے کہ ۶ بج کر ۲۵ منٹ پر حسب وعدہ تقریر ختم کرتے ۷ بجے تک تقریر کرتے رہے۔ تقریر کے خاتمہ پر یہ عاجز اُن کے پاس گیا۔ سامعین جو پچاس ساٹھ کے قریب تھے وہ بھی آ کھڑے ہوئے۔ اس موقعہ پر جو دلچسپ گفتگو ہوئی وہ احمدی اور پادری کے ناموں سے درج ہے :-

احمدی- میرا نام محمد حنیف ہے مَیں احمدی ہوں۔

پادری- اچھا اچھا! آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔ مجھے افسوس ہے کہ مَیں آپ کے لئے وقت فارغ نہ کر سکا۔

احمدی- ۴½ کے وقت کے لئے تو آپ کو غلط فہمی ہو گئی تھی لیکن آپ نے پھر ہمیں ۶½ بجے کا وقت دیا تھا اور اب ۷ بج چکے ہیں۔ آپ ہمیں اب وقت عنایت فرما دیں۔

پادری- (مسز سمد صاحبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اصل میں انہوں نے ہی وقت مقرر کیا۔ مَیں تو مہمان ہوں اور میرے مہمان نواز سے پوچھنا چاہیئے تھا۔

احمدی- لیکن ۶½ بجے کا وقت تو پھر آپ کے مشورہ کے بعد جناب پادری رومال شاہ صاحب نے

دیا تھا۔ لہٰذا ہمیں اب آپ وقت دیں۔

پادری۔ مَیں جن کے ہاں ٹھہرا ہوں آپ اُن سے بات کریں۔

احمدی۔ وہ صاحب کہاں ہیں۔ مَیں تو نہیں جانتا کہ وہ صاحب کون ہیں اور کہاں ہیں؟

پادری۔ اچھا مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ جب آؤنگا تو آپ کو ضرور وقت دوں گا۔

احمدی۔ پادری صاحب ہمیں اس وعدہ پر آپ کا لیکچر سُننے کی دعوت دی گئی تھی کہ آپ ہمیں اس کے بعد وقت دیں گے۔ لیکن آپ نے نہ تو پہلے پانچ بجے وقت دیا اور نہ اب دے رہے ہیں۔ مَیں تمام حاضرین کو دعوت دیتا ہوں کہ یہ سب لوگ بھی اور آپ بھی کل شام کو ہمارے گھر چائے پر تشریف لاویں اور جو باتیں آج آپ نے ہمارے متعلق بیان کی ہیں اُن کے جواب بھی سُنیں۔

پادری۔ دعوت کا شکریہ۔ لیکن مَیں تو کل صبح کی گاڑی سے جا رہا ہوں۔ Reservation ہو چکی ہے۔ ہاں اگر آپ بعد کی ریزرویشن کروا سکیں تو البتہ مَیں ٹھہر جاؤں۔

احمدی۔ مجھے منظور ہے۔ مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ یہ کام بھی مَیں کروا دوں گا۔

پادری۔ دیکھئے آپ لوگ بھی ایک تنظیم کے تحت کام کرتے ہیں۔ ہماری بھی تنظیم ہے۔ طے شدہ پروگرام کو بدلنا مناسب نہیں ہے۔ اگر آپ کا کوئی مبلغ ہو تو اُسے پروگرام کے مطابق جانا ہوتا ہے یہی حال میرا ہے۔

احمدی۔ پادری صاحب! آپ مسیحیت کے "مناد" ہیں۔ آپ کا کام یہی ہے کہ آپ اپنے مذہب کی باتیں دوسروں تک اُن کے پاس پہنچ کر پہنچائیں لیکن ہم اِس وقت آپ کے پاس کھڑے ہیں اور مشتاق ہیں لیکن آپ اتنی قربانی بھی نہیں کر سکتے۔ مَیں پھر عرض کرتا ہوں کہ آپ ہمیں آج رات کو ہی کوئی وقت عنایت فرما دیں۔

پادری۔ (قدرے پریشان ہو کر) مَیں خادم ہوں۔ حاضر ہوں لیکن کیا کروں مجھے کل جانا ہے۔ آئندہ جب آؤں گا تو آپ سے ملاقات کروں گا مَیں نے مقامی پادری صاحب سے بھی کہہ دیا ہے۔

اِس اثناء میں بعض عیسائی لوگوں نے بھی اور ایک ہندو صاحب نے بھی جو وہاں تھے کہا کہ آپ انہیں وقت دیں۔ ہمارے غیر از جماعت دوست شیر بہادر صاحب نے بھی کہا کہ آپ وعدہ کر کے بھی وقت نہیں دیتے یہ ٹھیک نہیں ہے لیکن اِن تمام باتوں کے باوجود پادری صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے اور بات کو ٹالنے کیلئے کتابوں کا ذکر چھیڑ دیا کہ مجھے کتاب البریہ اور سیرۃ المہدی کی ایک ایک جلد کی ضرورت ہے۔

نوٹ:۔ پادری عبدالقیوم صاحب نے گزشتہ سال کی تقاریر میں بھی جماعت احمدیہ اور حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف بعض ناروا باتیں کہی تھیں اور ہمیں ایک مقامی عیسائی صاحب مسٹر گل نے دعوت دی تھی اور کہا تھا کہ جلسہ میں ضرور آویں۔ ہم جلسہ میں

حاضر ہوئے تو پادری صاحب نے احمدیت کے خلاف باتیں کیں اور بعد اختتام جلسہ ہمیں سوال کا موقع نہ دیا۔ اور ہی دفعہ تو حد ہی کر دی۔ ہم اب تک حیران ہیں کہ پادری صاحب نے کتنی جرأت کے ساتھ کھلم کھلا عہد شکنی کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اِس دفعہ بھی ہماری موجودگی میں اپنی تقریر میں پادری صاحب نے احمدیہ جماعت کا ذکر کیا۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے متعلق نازیبا باتیں بیان کیں اور باوجود اقرار اور وعدہ کے گفتگو نہ کر کے اپنے سامعین کے سامنے ہزیمت کو برداشت کیا اور اس طرح اپنے جھوٹے ہونے کی ڈگری تو دہی فراہم کی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

تازیانہ

پادری عبدالقیوم صاحب نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ حضرت مرزا صاحب (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ عیسائیوں کا خداوند یسوع مسیح جسے وہ آسمان پر زندہ مانتے اور آخری زمانہ میں آسمان سے آتا مانتے ہیں صلیبی موت سے بچ کر ہجرت کر کے کشمیر آگیا تھا۔ اور کشمیر میں ہی طبعی موت سے وفات پا گیا۔ اُن کی قبر محلہ خان یار سری نگر میں ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ عیسائیوں کے خدا کو مرنے دو اور پھر نظر اٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب کا نام و نشان بھی نہیں کہیں نظر آتا ہے؟ یہ فقرہ کہنے کے بعد پادری صاحب چند سیکنڈ توقف کے بعد یوں گویا ہوئے کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ مرزا صاحب نے یہ بات بالکل صحیح بیان فرمائی ہے۔ اور اگر واقعی یہ ثابت ہو جائے کہ یسوع مسیح طبعی موت سے فوت ہو چکے ہیں تو عیسائی مذہب ختم ہو جاتا ہے۔ پادری صاحب کے اِس فقرہ پہ میری تو روح بھی جھوم اٹھی اور میرے دل نے پکار کر کہا کہ بے شک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے کاسر الصلیب تھے صلیبی مذہب کو پاش پاش کر دیا ہے۔ کاش ہمارے دوسرے مسلمان بھائی بھی اِس نکتہ پر غور کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دلائل سے ملبس ہو کر عیسائیت کا مقابلہ کریں۔ کیا ایک مشہور عیسائی پادری کے اِس فقرہ نے انہیں دعوتِ فکر نہیں دی ہے؟

"مباحثہ مصر" پر تبصرہ

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے لکھا ہے کہ:-

"مباحثہ مصر"۔ اس کتابچے میں مولوی ابو العطاء صاحب نے جو جماعت احمدیہ کے مبلغ ہیں ان مباحثوں کی روداد قلمبند کی ہے جو انہوں نے مصر میں عیسائیوں سے کئے۔ جو لوگ عیسائیت کے اصول اور ان پر تنقید سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کے لئے اس کتابچے کا مطالعہ مفید ہوگا۔ جو اصحاب مناظرے کا شوق رکھتے ہیں ان کو بہت سی معلومات ایک جگہ مل جائیں گی۔ صفحات ۹۶۔ طباعت بہتر قیمت ۶۳ پیسے۔"

ملنے کا پتہ۔ مکتبہ الفرقان ربوہ

حضرت امام ابن القیمؒ کا عیسائیوں سے سوال

أَعُبَّادَ المسیح لَنَا سؤالٌ　　نُرِیدُ جوابَهُ مِمَّن وَعَاهُ

اے مسیح کے پجاریو! ہمارا ایک سوال ہے　　جس کا ہم سمجھدار لوگوں سے جواب چاہتے ہیں

إِذَا مات الإلٰهُ بِصُنْعِ قومٍ　　أَمَاتُوهُ فَمَا هٰذَا الإلٰهُ

جب تمہارا معبود ایک قوم کے ہاتھوں سے مارا گیا　　تو وہ معبودِ حق کیسے ہو سکتا ہے؟

وهَل أَرضَاهُ مَا نَالُوهُ مِنْهُ　　فَبُشرٰهُم إِذًا نَالُوا رِضَاهُ

اگر انہوں نے مسیح کی مرضی کے مطابق اسے قتل کیا　　تب تو وہ قابلِ تعریف ٹھہرے کہ انہوں نے اس کی رضا حاصل کی

وإنْ سَخِطَ الّذِی فَعَلُوهُ فِیهِ　　فَقُوَّتُهُم إِذًا أَوْهَتْ قُوَاهُ

اور اگر ان کا یہ فعل اس کی ناراضگی کا باعث تھا　　تو معلوم ہوا ان کی طاقت مسیح کی طاقت پر غالب آگئی

وهل خلتِ الطِبَاقُ السبعُ لَمَّا　　ثَوٰی تحتَ التراب وقد علاهُ

بتاؤ جب مسیح قبر میں جا گزیں ہوئے اور مٹی نے اسے ڈھانپ لیا　　کیا اس وقت ساتوں آسمان الٰہ سے خالی ہو گئے؟

وهل خلتِ العوالمُ من إلٰهٍ　　یُدَبِّرُهَا وقد سُمِرَت یَدَاهُ

کیا جس وقت سلاخیں اس کے ہاتھوں کو کیلے کر رہی تھیں　　جہانوں کا کوئی مدبر خدا موجود نہ تھا؟

وکیف أطاقتِ الخشباتُ حملَ الإلٰهِ الحقِّ شُدَّ علی قفاهُ

بھلا بتاؤ کہ معبودِ برحق جس کی گردن میں سنگین طوق تھے اسے صلیب کی لکڑی کیسے اٹھا سکی!

ویا عَجَبًا لِقَبْرٍ ضَمَّ رَبًّا　　وأعجبُ منه بطنٌ قد حواهُ

کیا عجیب قبر تھی جس نے رب کو پہلو میں لے لیا　　اور بہت ہی عجیب وہ پیٹ تھا جس نے رب کو اپنے اندر رکھا

أقامَ هُناكَ تِسْعًا من شُهورٍ　　لدی الظُلُماتِ من حَیضٍ غِذَاهُ

وہاں اندھیرے میں نو ماہ کامل ٹھہر کر خونِ حیض کھاتا رہا -

وشقّ الفرجَ مولودًا صغیرًا　　ضعیفًا فاتحًا لِلثَّدیِ فَاهُ

اور پھر وہ ایک کمزور بچے کی حالت میں پیٹ سے نکلا اور پستان کو منہ لگانے لگا

ویأکلُ ثُمَّ یَشْرَبُ ثُمَّ یأتی　　بِلازِمِ ذَاكَ هَلْ هٰذَا إلٰهُ

پھر وہ کھاتا پیتا پیشاب پاخانہ بیٹھتا　　بھلا ایسا محتاج انسان خدا ہو سکتا ہے؟

تعالی اللّٰہ عن إفْكِ النصاریٰ　　سَیُسْأَلُ کُلُّهُم عَمَّا افْتَرَاهُ

اللہ تعالیٰ تو نصاریٰ کے افتراؤں سے پاک ہے　　اور عنقریب عیسائی اس غلط اور جھوٹے عقیدہ کی سزا پائیں گے

(اغاثۃ اللہفان جلد ۲ صفحہ ۲۹)

(مرسلہ جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب منگلا مولوی فاضل مربی سلسلہ احمدیہ)

موجودہ عیسائیت عقل کی کسوٹی پر

(از محترم جناب صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب بی۔اے ناظم ارشاد وقف جدید)

حضرت مسیح میری نگاہ میں

مجھے مسیح علیہ السلام سے بہت پیار ہے اور آپ کی بہت عظمت میرے دل میں ہے۔ آپ کی پیدائش بھی پاک تھی اور آپ کی زندگی اور موت بھی۔ آپ کو خدا سے پیار تھا اور خدا آپ سے پیار کرتا تھا۔ آپ مجسم محبت کا پیغام تھے اور آپ کی باتیں دلنشین تھیں۔ عمر بھر آپ انسانوں کو حکمتِ خداوندی کے گہرے راز بتاتے رہے جن پر آپ کا آسمانی آقا آپ کو اطلاع دیتا تھا۔ آپ اپنے وقت کے ہر ذی روح سے زیادہ مظلوم تھے اور تمام زندگی انہیں لوگوں کے ہاتھوں دُکھ اٹھاتے رہے جن کو ہلاکت سے بچانے کے لئے آپ بے قرار رہتے تھے۔ آپ سے کبھی کسی کو ضرر نہیں پہنچا اور بہتوں نے آپ کو ضرر پہنچائے۔ آپ اُن چند قابلِ صد رشک بزرگ انبیاء میں سے ہیں، جن کا ذکر خدا تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے قرآن میں محفوظ کر دیا اور بار بار اتنے پیار سے ذکر کیا ہے کہ بے اختیار ہر مسلمان آپ کے حُسن کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔

جب میں آپ کی دُکھ بھری زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو میرا دل غم سے لبریز ہو جاتا ہے کیونکہ آپ کو بعض دُکھ اِس طرح کے پہنچے ہیں کہ کسی اور نبی کو کم پہنچے ہوں گے۔ غیروں کے ستم بآسانی برداشت ہو جاتے ہیں مگر اپنوں کے دیئے ہوئے دُکھوں کا صدمہ بہت گہرا ہوا کرتا ہے۔ اور آپ کے تو بعض خاص چیدہ حواریوں نے بھی آپ سے اس وقت بے وفائی کی جبکہ حق یہ تھا کہ وہ جانِ دل سے آپ پر نثار ہو جاتے۔ مگر ان سب صدموں سے زیادہ صدمہ میرے نزدیک یہ صدمہ ہے کہ آپ کے بعد کے آنے والے دعویداران محبت نے آپ کے اُس پیغام کو بدل دیا جس کی خاطر آپ نے ایک لمبی مشقتوں کی زندگی اور صلیب کی سختیاں برداشت کی تھیں۔ اگرچہ یہ ظلم باقی سب انبیاء پر بھی کم و بیش ہوا ہے مگر مسیح علیہ السلام اس میں نمایاں خصوصیت رکھتے ہیں۔ دنیا کے کسی مذہب کے ماننے والوں نے اپنے مقدس نبی کی تعلیم میں ایسی ظالمانہ دست برد نہیں کی جیسی حضرت مسیح کے ماننے والوں نے کی ہے۔ پہلے بھی اُمتوں نے اپنے انبیاء کے مقام کو بڑھایا تھا پہلے بھی توحید کو شرک میں بدلا گیا تھا۔ مشرق و سطیٰ کو چھوڑ کر اور بھی ایسے خطہ ہائے ارض تھے جہاں انبیاء سے یہ ظلم روا رکھے گئے۔ جہاں انسان خدا بنائے گئے اور توحید کو شرک میں تبدیل کر دیا گیا۔ جہاں بے سند اور بے دلیل باتیں انبیاء کی طرف منسوب کی گئیں اور حکمتِ خداوندی

کو لغو کہانیوں میں بدل دیا گیا مگر جو ظلم حضرت مسیح کی تعلیم پر توڑے گئے ہیں وہ ان سب ظلموں سے زیادہ ہیں۔ پس اگر آج میں عیسائیت پر عقلی پہلو سے تنقید کے لئے قلم اٹھا رہا ہوں تو اپنے پیارے مسیح کی گستاخی میں نہیں بلکہ اسی کی محبت اور بہبودی کے لئے اور اسے ان الزامات سے بری ثابت کرنے کے لئے جو اس مقدس رسول اور اس کے نظریۂ کائنات پر خود عیسائیوں ہی کی طرف سے لگائے جا رہے ہیں۔ اور یہ قلم اس لئے اٹھا رہا ہوں کہ حقیقتِ مسیح کہیں موجودہ عیسائیت کے پیش کردہ اس تصور میں نہ بدل جائے جس کا کوئی وجود نہیں۔

دراصل اگر اس دعویٰ کو تسلیم کیا جائے جیسا کہ اسلام تسلیم کرتا ہے کہ دنیا کے ہر خطہ میں ہر زمانہ میں خدا کے فرستادے آتے رہے جن سے خدا بکثرت ہمکلام ہوتا تھا اور وہ دنیا سے وہی باتیں کہتے تھے جو خدا ان سے کہتا تھا تو اس امر کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ کسی مذہب کا کوئی دعویٰ یا نظریہ یا تعلیم خلافِ عقل ہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ حکیم مطلق اور تمام عقلوں کا سرچشمہ ہے اس کی طرف کوئی خلافِ عقل بات منسوب کرنا مجنونانہ فعل ہے۔ اس لئے جب تک کوئی مذہب اپنی ابتدائی پاکیزہ صورت پر قائم رہتا ہے عقل اس کے قدم چومتی ہے اور عقل کو وہ دوست رکھتا ہے مگر جونہی اس کی تعلیم بدلتی ہے عقل کے تیور بھی بدلنے لگتے ہیں یہاں تک کہ ان کا چولی دامن کا ساتھ آگ اور پانی کے رشتہ میں بدل جاتا ہے۔

اس وقت دنیا کی تمام کتب مقدسہ میں قرآن کریم کو یہ امتیازی شان حاصل ہے کہ وہ اپنے نزول کے وقت سے آج تک غیر مبدل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

اسلام کی ایک خصوصیت

اسلام دنیا کے تمام مذاہب پر ایک نمایاں فوقیت رکھتا ہے اور وہ یہ کہ وہ اپنے ہر دعوے کی عقلی دلیل بھی ساتھ ہی پیش فرماتا ہے محض نقلی دلائل پر یا صرف دعاوی پر اکتفا نہیں کرتا۔ اسلام کا کوئی رکن ایسا نہیں جس کے خلاف عقل گواہی دیتی ہو۔ اس کے برعکس دنیا کے دوسرے مذاہب کی چھان بین سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بہت سے عقائد بعد کے آنے والے لوگوں کی دست برد کے نتیجہ میں محض ڈھکوسلے بن گئے اور عقل سے ان کو دور کا بھی واسطہ نہ رہا۔ اور ان کی موجودہ صورت ایسی غیر معقول بن گئی ہے کہ انسانی فطرت تسلیم کرنے کے لئے کسی صورت سے تیار نہیں ہو سکتی کہ یہ مذاہب اپنی موجودہ صورت میں علیم و حکیم خدا تعالیٰ کے نازل کردہ ہیں۔

عیسائیت کی خصوصیت

ایسے تمام مذاہب میں جو بعض خلاف عقل عقائد کو پیش کرتے ہیں۔ میرے نزدیک عیسائیت ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے اور ان مذاہب کی صفِ اوّل میں شمار ہونے کے لائق ہے۔ عیسائیت کی خصوصیت یہ ہے کہ دیگر مشرک مذاہب کی طرح یہ صرف اسی پر بس نہیں کرتی کہ خدا ایک سے زائد ہیں بلکہ ایک سے زائد تسلیم کرنے کے بعد یہ مضحکہ خیز کوشش بھی کرتی ہے کہ خدا کو ایک بھی ثابت کیا جائے۔ یعنی ایک طرف مشرک مذاہب کی حماقت کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے کہ خدا کی وحدانیت کے تصور کے خلاف اس کے ایک سے

زائد وجودوں کو تسلیم کرتی ہے اور پھر دوسری طرف ایک سراسر خلافِ عقل امر کو بھی ہم سے تسلیم کرانا چاہتی ہے کہ یہ کثرت وحدت بھی ہے اور باوجود تین خدا ہونے کے پھر بھی خدا ایک ہی رہتا ہے۔ مشرک مذاہب کے خلاف آپ کتنے ہی الزامات عائد کریں کہ وہ خدا کی وحدانیت کے واضح اصول کو بھی نہیں سمجھ سکتے اور اُن کے عقائد عام انسانی عقل کے خلاف ہیں مگر بہرحال انکی بے عقلی میں یکسانیت تو ضرور پائی جاتی ہے اور متضاد دعووں کی طوفانی نہیں۔ مگر موجودہ عیسائیت کی بے عقلی ایک بسیط نوعیت کی نہیں بلکہ سُود در سُود کی طرح مرکّب در مرکّب چلتی ہے۔ اِس اعتبار سے تمام مشرک مذاہب مل کر بھی عیسائیت کے قریب تک نہیں پھٹکتے۔

عیسائیت کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اُس کا نظریۂ الوہیت محض اپنے آخری نتیجہ کے اعتبار سے ہی خلافِ عقل نہیں بلکہ اِس نظریہ کا ہر جزو اپنی ذات میں بھی غیر معقول ہے اور اِن اجزاء کے باہمی ملنے سے جو مفہوم ظاہر ہوتا ہے وہ بھی خلافِ عقل ہے۔

اِس مختصر تمہید کے بعد اب میں الوہیت، کفارہ اور نجات کے بارے میں مختصراً عیسائی نظریات کو آپ ہی کے یعنی عیسائی صاحبان ہی کے اندازِ بیان کے مطابق ایک مُسلسل یا مربوط کہانی کی صورت میں پیش کرتا ہوں:-

عیسائیت کی کہانی

عیسائیت کہتی ہے کہ انسان طبعی طور پر اپنی خلقت ہی ہی میں گنہگار ہے اور یہ گناہ انسان کے ساتھ اُس دن سے چمٹا ہے جس دن سے حوّا کی تحریک پر آدم نے شجرۂ ممنوعہ کا پھل کھایا۔ اور ایسی بُری طرح چمٹا ہے کہ آج تک اِس پیدائشی گناہ نے انسان کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ یہ ورانتاً اس کو ملتا چلا آیا ہے اور آرہا ہے اور جب تک انسان صفحۂ ہستی پر موجود رہے گا ہر بار کا بیٹا پیدائشی طور پر گنہگار ہی پیدا ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ اِس گناہ سے نجات کا کوئی ذریعہ ہے؟ کیا خدا تعالیٰ انسان کو باوجود اس کے گناہ کے اپنی رحمت اور بخشش سے معاف فرما سکتا ہے؟ عیسائیت کہتی ہے کہ نہیں افسوس کہ ایسا ہونا اس لئے ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ ایک عادل ہستی ہے اور ایسی منصف ہستی ہے جسے معاف کرنے کا بھی کوئی اختیار نہیں ہے۔ ایک گنا ہگار کو بغیر سزا کے چھوڑنا اُس کی صفتِ عدل کے منافی ہے اور ایک ناپاک اُس پاک ذات سے اتّصال نہیں کر سکتا۔ پس جو گناہ بھی سرزد ہوگا اُس کی سزا انسان کو بہرحال پانی ہوگی۔ لیکن خدا تعالیٰ محض عادل ہی نہیں بلکہ رحیم و کریم بھی ہے اور اگر ایک طرف اُس کے عدل کا تقاضا ہے کہ انسان کو اُس کے گناہ کی سزا دے اور اُس کی قدوسیت کا تقاضا ہے کہ ناپاک سے رشتہ نہ جوڑے تو دوسری طرف جذبۂ رحم بشدّت متقاضی ہے کہ انسان کو اس ابدی لعنت کے چکّر سے نجات دلا کر اس کے خالق کے ساتھ وصال کروا دے۔ اِس جذبۂ رحم سے مجبور ہو کر خدا تعالیٰ پہلے بھی یہی چاہتا تھا اور آج بھی یہی چاہتا ہے کہ کسی طرح انسان کو میں آدمؑ کی غلطی سے نجات دوں اور وہ صاف اور پاک ہو کر میرے حضور ابدی زندگی بسر کرے۔ مگر سخت مجبور اور لاچار تھا۔ آخر کس طرح اپنے

انصاف کو چھوڑے بکس طرح انسانوں کے ساتھ رحمت و شفقت کا سلوک کر کے اُن کی کمزوریوں سے درگذر کرے۔ آخر اس مخمصے میں پھنسے ہوئے خدا کی مدد کیلئے اس کا بیٹا آیا جو ازل سے کلام کی صورت میں اس کیساتھ تھا۔ بیٹے کے ذہن میں ایک تجویز آئی اور اُس نے سوچا کہ باپ تو معاف کرنے سے عاجز ہے۔ کیوں نہ میں اپنی جان کی قربانی اپنے باپ کے حضور پیش کر دوں کہ انسانیت کے سارے گناہ میرے سر پر لاد دو۔ مجھے جو سزا دینی ہے دے لو۔ مگر اپنی ذات کی خاطر لاچار اور مجبور اور بے کس انسانوں کو معاف کر دو کہ جن کا گناہ صرف یہی ہے کہ وہ آدمؑ کی پشت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس عمدہ تجویز کو خدا نے پسند کیا اور اپنے ازلی بیٹے کو حضرت مریمؑ کے رحم میں اُتارا تا کہ وہ انسانی جسم کا جامہ مریمؑ کے رحم سے لیکر اور اس میں ملبوس ہو کر انسانوں ہی کی طرح انسانوں میں زندگی بسر کرے۔ اور اوّل تو اپنے پاک نمونہ سے ان پر یہ ثابت کرے کہ باوجود انسانیت کا جامہ پہننے کے گناہوں سے پاک اور معصوم زندگی بھی بسر کی جا سکتی ہے اور دوسرے ایسی بے گناہی کی زندگی کاٹنے کے بعد وہ انسانوں کے ہاتھوں سے اُن کے مظالم کا شکار ہو کر اپنی جان صلیب پر دیدے اور صلیب پر جان دینے کے ذریعہ انسانوں کے گناہوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر لئے تین دن کی لعنت کی موت برداشت کرے اور تین دن کی لعنت کی موت کے بعد وہ پھر جی اُٹھے۔ اور دنیا کو یہ خوشخبری دے کہ تمہارے سارے گناہ میں نے اپنے کندھے پر اٹھا لئے ہیں یا یوں کہنا چاہیئے کہ اُن لوگوں کے سارے گناہ اپنے کندھوں پر اٹھا لئے جو اِس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے اور تھا اور اُس نے انسانیت کی خاطر انسان بن کر اور اُن کے ہاتھوں مصلوب ہو کر اُن کے سارے گناہ اپنے کندھوں پر اٹھا لئے اور سزا خود بھگت لی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خدا کا بیٹا مقدس کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوا (نعوذ باللہ من ذالک) اور عمر بھر لوگوں کو محبت اور نیکی کی تعلیم دیتا رہا مگر جیسا کہ مقدر تھا دنیا کے پیدائشی گناہگار اور ریا کار لوگوں نے اپنے اس محسنِ اعظم اور منجی کو طرح طرح کے دُکھ دیئے اور آخر خدا کے اس مقدس بیٹے کو سُولی پر چڑھا دیا اور وہ لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ہو کر صلیب کی لعنتی موت مارا گیا اور تین دن رات لعنت کو قبول کرنے کے بعد آخر مُردوں میں سے اٹھایا گیا اور اپنے آسمانی باپ کی طرف پرواز کر کے اُس کے تخت پر دائیں طرف بیٹھ گیا اور غالب کے اس شعر کے مصداق کہ ؎

سفینہ جبکہ کنارے سے آلگا غالبؔ
خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیئے

اپنی دنیا کی مصیبتوں کا کوئی شکوہ کئے بغیر اور تین دن کی لعنت کے دُکھوں کو واصلِ جہنم کرتے ہوئے ہنسی خوشی اپنے ابدی باپ کے ساتھ رہنے لگا مگر وہ شریف النفس خواہ ذکر کرے یا نہ کرے اس نے ہمارے لئے جو دُکھ اٹھائے ہیں انہیں پڑھ کر رونا آتا ہے۔ مگر بہرحال چونکہ اس دردناک کہانی کا انجام بخیر ہوا اور بالآخر انسان نے گناہ کے چکر سے نکلنے کی راہ پالی اسلئے اسکے حوادی

یہ خوشخبری لیکر چاروں طرف دنیا میں پھیل گئے کہ مبارک ہو کہ ہم مذہبی گناہ سے نجات پا گئے کیونکہ خود خدا کا بیٹا آسمان سے اُتر آیا اور ہم پر رحم کرتے ہوئے ہمارے گناہوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھا لیا تین دن کی لعنت کو اس نے قبول کیا لیکن انسانیت کو ہمیشہ کے لئے بچا لیا لیکن یہ خوشخبری صرف انہی لوگوں تک محدود ہے جو اس نظریہ کو تسلیم کر لیں کہ ایسا ہونا ممکن ہے اور ہُوا۔

دیکھئے کیسی دلچسپ اور دردناک مگر خوش انجام کہانی ہے اور اس کہانی کو پڑھ کر یونانی خداؤں کی کہانیاں انسان کے ذہن میں اُبھرنے لگتی ہیں۔ان کے ہاں بھی خدا کی عقل اسی رنگ میں سوچ و بچار کرتی ہے۔اُن کے ہاں بھی خدا دنیا پر اُترتے ہیں اور انسانی وجودوں سے شادیاں کرتے ہیں۔اُن کے ہاں بھی خداؤں کے بچے انسانی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں۔اُن کے ہاں بھی خدا گڈریوں کی زندگیاں بسر کرتے ہیں اور اُن کے ہاں بھی وہ خدائی بیٹے انسانی روپ دھارنے کے بعد واپس اپنے آسمانی ملکوں کو روانہ ہو جایا کرتے ہیں۔

مسیحی اور یونانی کہانیوں میں ایک فرق!

لیکن ان کہانیوں اور مسیح کی کہانی میں فرق یہ ہے کہ ان کی کہانیاں باور کرنے کے لئے انسان کو مکلف نہیں کیا گیا۔جب ایک انسان ایک گریک (Greek) یعنی یونانی خدا کی کہانی کو پڑھتا ہے تو اسی طرح پڑھتا ہے جس طرح جنوں اور بھوتوں اور پریوں کے قصوں کو پڑھا جاتا ہے۔ایسا ہُوا ہو یا نہ ہُوا ہو اسکی ذات اس سے قطعاً متاثر نہیں ہوتی۔اگر ہُوا ہو تو اس کی بلا سے۔اگر نہ ہُوا ہو تو اس کی بلا سے۔سچ ہے تو کیا جھوٹ ہے تو کیا۔کیونکہ اُس کی ابدی نجات کا اس یقین سے کوئی تعلق نہیں کہ یونانی خدا واقعی کوئی وجود رکھتے تھے اور اسی طرح ہُوا تھا جس طرح یونانی خداؤں کی کہانیوں میں ذکر آتا ہے۔اسلئے انسان ان کی دلچسپی سے محظوظ تو ہوتا ہے لیکن ان کے کسی تقاضے سے بدکتا اور بھاگتا نہیں لیکن مسیح کی کہانی باوجود اس کے کہ انتہائی طور پر دردناک ہے اور انسانی تصورات میں یونانی کہانیوں کی طرح ہی ہیجان پیدا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے مگر فرق یہ ہے کہ انسانی عقل سے یہ زبردستی کی جاتی ہے کہ اس کہانی کے ہر جزو کو بھی تسلیم کیا جائے اور اُس کلی نتیجے کو بھی تسلیم کیا جائے جو اس کہانی کو ماننے سے اس کے اجزاء کے اجتماع سے خود بخود پیدا ہوتا ہے۔

نظریہ عیسائیت کا تجزیہ

آئیے اب یہ دیکھیں کہ اس کہانی کے اجزاء کہاں تک درست اور عقل کے مطابق ہیں۔ سب سے پہلے وہ بنیادی جزو جس پر بعد کی عیسائی نجات کی کہانی تالیف کی گئی ہے وہ انسان کا گنہگار ہونا ہے سوال یہ ہے کہ کیا واقعی انسان کا ایک عمل اُس کی نسل کے ذرّات میں اس طرح سرایت کر سکتا ہے کہ اربوں سال تک اس کا نشان اُن ذرّات سے مٹانا ناممکن ہو جائے۔

سائنسدانوں نے جو علم حیاتیات سے تعلق رکھتے ہیں اس بارے میں بہت تحقیقات کی ہے اور وہ لمبی تحقیق کے بعد اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ اس بات کا کوئی ثبوت مہیا نہیں

ہو سکا کہ کئی کئی نسلوں تک بھی مسلسل جو کام انسان کرتا ہے اُن کا کوئی اثر انسانی مادۂ تولید میں منتقل ہوتا ہو۔ بلکہ انسانی مادۂ تولید انسان کے وقتی جذبات، وقتی خیالات اور وقتی اعمال سے بالکل آزادانہ تخلیق پاتا ہے۔ آپ جینیٹکس (Genetices) یا یوجینکس (Eugemics) کی کوئی کتاب بھی اٹھا کر دیکھ لیجئے آپ کو اِس بات کے بیّن ثبوت مل جائیں گے کہ یہ تصوّر نہایت ہی غیر معقول اور غیر سائنسی ہے کہ انسان کا کوئی ایک وقتی فعل ہمیشہ کے لئے اس کے مادۂ منویہ میں منتقل ہو جائے۔ بلکہ اگر عیسائی نظریہ کے قریب ترین بعض منفرد ارتقائی نظریات کو بھی لیا جائے تو اُن کی رُو سے بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں سال کے مستقل نوعیت کے افعال کے بعد پھر کہیں جا کر اس چیز کے آثار نظر آتے ہیں کہ بعد کی پیدائش میں اُن اعمال کی جھلک پیدا ہو لیکن خود اس نظریہ کے حامی ماہرین ارتقاء کے نزدیک بھی یہ امر بہرحال ثابت شدہ ہے کہ ایک انسان ساری عمر مسلسل چوری کرتا رہا ہو یا مسلسل ڈاکے ڈالتا رہا ہو، مسلسل قتل و غارت کرتا رہا ہو اُس کی اولاد میں اِس بات کا شائبہ تک بھی منتقل نہیں ہوتا اور وہ بعینہٖ اُسی طرح ہو گی جس طرح کہ ان کے آباؤ اجداد اُن سے پہلے ہوتے چلے آئے ہیں۔ بلکہ ایک یا دو یا تین یا چار نسلوں کے مسلسل قتل و غارت کے بعد بھی ان لوگوں کے مادۂ منویہ پر اس قتل و غارت کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ ہاں جب بچے خاص ماحول میں بڑے ہوتے ہیں تو جس طرح وہ اپنے بڑوں کو کرتے ہوئے دیکھتے ہیں ویسا ہی کرنے لگ جاتے ہیں اور وہی عادات و خصائل نقل کے ذریعہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اس سے بعض دفعہ عوام الناس کو یہ شُبہ پڑ جاتا ہے کہ شاید یہ بُرائیاں ان بچوں کو ورا ثتاً ملی ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ وہ ماہرین ارتقاء بھی جو اِس بات کے قائل ہیں یا یوں کہنا چاہیئے کہ قائل تھے کہ بعض مسلسل اعمال ہزاروں لاکھوں سال کے بعد مستقل کیریکٹر کی صورت میں مادۂ منویہ میں منتقل ہو جاتے ہیں خود اُن کے نظریہ کے رُو سے بھی آہستہ آہستہ زندگی کے ذرّات میں جذب ہونے والی تبدیلی سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ ایک یا دو نسل کی بعض عادات اُن ذرّات میں سرایت کر سکتی ہیں جو آئندہ افزائش نسل کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایسے جانور جو خاص قسم کے قدرتی اور طبعی حالات کے نتیجے میں خاص طرز کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں وہ جب لمبے عرصے تک (اور لمبے عرصے سے مراد بیس یا پچاس یا سو سال نہیں بلکہ ہزاروں سال بلکہ بعض کے نزدیک لاکھوں سال ہیں) تو اِس لمبے عرصے کے مسلسل افعال کے نتیجے میں آہستہ آہستہ اُن کے اندر یہ خاصیت بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ خاص افعال اُن کی نسلوں میں منتقل ہو جائیں۔ مثلاً ایک ایسا جانور جو اپنے بچاؤ کی خاطر تیز بھاگنے پر مجبور ہے جب ہزاروں ہزار سال تک وہ تیز بھاگتا چلا جاتا ہے یعنی ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں یہی دوڑ کی مشق جاری رہتی ہے تو اِس لمبی کسرت کے نتیجہ میں اُس کی ٹانگیں تیز بھاگنے کے لئے موزوں بننے لگتی ہیں اور ہزاروں ہزار سال کے بعد اچانک ایک میوٹیشن کے ذریعہ زندگی کے

ذرّوں میں جو افزائشِ نسل کے ذمہ وار ہوتے ہیں یہ خصوصیت سرایت کر جاتی ہے اور اچانک ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ایسی نسل ظاہر ہو گئی ہے جو تیز رفتاری کے لئے خاص قسم کی ٹانگیں رکھتی ہے جو اس کے آباؤ اجداد کی ٹانگوں کی نسبت بھاگنے کے لئے زیادہ موزوں ہوتی ہیں اور اس طرح ایک جسمانی تبدیلی رونما ہو جاتی ہے جو زندگی کے ذرّوں میں مستقل طور پر اس طرح رچ جاتی ہے کہ وہ زندگی کا ایک جزو بن جاتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ایسے افعال تسلسل کے ساتھ ایک غیر معمولی لمبے عرصے تک ممتد ہوں اور پھر بھی یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ ایک یا دو یا تین لاکھ سال کے بعد بھی یہ افعال ٹھوس رنگ میں انسان یا کسی حیوان کے مادۂ تولید پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ جب ہم علمِ حیوانات کی روشنی میں آدمؑ کے گناہ کے مسئلے پر غور کرتے ہیں تو یہ مسئلہ ایک نہایت ہی مضحکہ خیز مسئلہ بن جاتا ہے کہ آدمؑ کے ایک گناہ کے فعل نے (اگر اسے گناہ تسلیم بھی کر لیا جائے) ہمیشہ ہمیش کے لئے اس کی نسل میں گناہ کرنے کی خاصیت پیدا کر دی یا ان افزائشِ نسل کے ذرات کو اس گناہ سے خاص رنگ میں متاثر کر دیا اور نتیجۃً ہر انسان پیدائشی طور پر گنہگار بننے لگا۔ اور اس خیال کی نامعقولیت اور بھی اُجاگر ہو جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا ماہرینِ ارتقاء کے نزدیک یہ امر بھی بلا امکان تردید ثابت ہے کہ لمبے عرصے کے ایک قسم کے افعال بھی اگر بالکل مقابل کے افعال کے ذریعے منقطع ہو جائیں تو بھی اُن کے زندگی کا جزو بننے کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ اگر بعض جانور ہزار سال کا عرصہ بھی تیز بھاگتے رہیں اور اس کے بعد ایک نسل بھی آرام اور آسائش کی عادی ہو جائے اور تیز حرکت کی ضرورت محسوس نہ کرے تو وہ ہزار سال کی کمائی چند سالوں میں ضائع ہو جائے گی اور قطعاً کسی قسم کی ارتقائی تبدیلی پیدا ہونے کا سوال نہیں رہے گا جو اس کے زندگی کے خلیوں میں محفوظ ہو جائے۔

اب حضرت آدمؑ کے گناہ کو اس کی روشنی میں دیکھئے (میں گناہ اسلئے کہتا ہوں کہ عیسائی نظریہ کے مطابق انہوں نے نعوذ باللہ گناہ کیا) تو حضرت آدمؑ کے اس فعل کا اُن کی اولاد میں منتقل ہو جانے کا سوال محض ایک جاہلانہ اور بچگانہ تصوّر سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتا خصوصاً اس صورت میں کہ اس ایک غلطی کے بعد خود عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق بھی حضرت آدمؑ کی ساری زندگی یعنی بعد کی زندگی، توبہ اور استغفار اور نیکیوں میں کٹی۔

ایک اور ضمنی سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ آدمؑ کی اولاد تو آدمؑ کے گناہ کی وجہ سے گناہ گار ہوئی۔ خود آدمؑ نے جو معصوم تھا گناہ کیوں کیا؟ اگر کہو کہ حوّاؑ کی تحریک پر تو سوال جاری رہے گا کہ حوّاؑ میں یہ سرشت کہاں سے آئی وہ تو خود آدمؑ کی پسلی کی مرہونِ منت تھی؟ اگر کہا جائے کہ شیطان کے بیرونی اثر سے تو یہ سوال اٹھتا ہے کہ اگر مسیح کے کفارہ ہونے سے بالفرض بعض یا تمام انسان پہلے آدمؑ کی طرح معصوم ہو سکتے ہیں تو کیا شیطان مر گیا ہے کہ پھر ان کو گناہ پر آمادہ نہیں کر سکتا؟ یا کیا حوّاؑ کی بیٹیاں دنیا سے اٹھ گئی ہیں؟

یہ تو اس مسئلہ کا ایک پہلو ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہماری مراد صرف یہ تھی کہ گناہ کا وبال انسان پر پڑتا رہیگا

نہ یہ کہ یہ گناہ انسان کی خصلت بن گیا۔ تو یہ بھی ایک سخت بودا اور غیر عقلی تصور ہے۔ اوّل تو اس کا کوئی ثبوت انسان کے مشاہدات میں نہیں ملتا کہ ایک انسان کی غلطی کا وبال ایک نہ ختم ہونے والی سزا کی صورت میں نوع انسان کے ساتھ چمٹ جائے۔ یہ قانونِ قدرت کے عین منافی ہے اور خالقِ کائنات پر ایسی عظیم بدظنی اور بہتان ہے کہ اس سے زیادہ بہتان ایک منصف خدا کے خلاف سوچا نہیں جا سکتا اور خدا کے عدل کی وہی بنیادی صفت جس پر سارا عیسائیت کی بنیاد بتائی جاتی ہے خود اس مفروضہ کے خلاف ہے۔ اُس بے وقوف کی مثال ذہن میں آ جاتی ہے جو خود اُس شاخ کو تراش رہا تھا جس پر وہ بیٹھا ہوا تھا۔ میں اپنے استدلال میں خدا کی صفتِ رحمانیت کا سہارا نہیں لیتا بلکہ خدا کی صفتِ انصاف پر زور دینے والے عیسائی بھائیوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا کسی بھی معیار کے مطابق یہ انصاف کا سلوک ہے کہ ایک نبی کی عمر بھر کی نیکیاں تو آدمؑ کی اولاد کے لئے خدا تعالیٰ کے ابدی قرب اور نجات کا ذریعہ بن سکیں مگر ایک لمحے کی غلطی ہمیشہ ہمیش کے لئے اس کی نسلوں کے لئے وبالِ جان بن جائے اور خدا کی ناراضگی دور ہونے میں نہ آئے۔ یہ ایک ایسا انصاف ہے کہ جسے عیسائی منطق تو شاید سمجھ سکتی ہو مگر عام انسانی عقل اس انصاف کو سمجھنے سے بالکل عاری ہے۔ حیرت ہے کہ خدا تعالیٰ انصاف کے نام پر اپنی مخلوق سے اتنی سخت ناانصافی کا سلوک کرنے والا ہو اور پھر بھی اُسے ایک منصف خدا تسلیم کیا جائے۔

اس مسئلے کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ مسیح کے کفارہ کے نتیجہ میں بنی آدم کو اس موروثی گناہ سے نجات مل گئی اور ہزاروں سال کے گناہگار اُن چند لمحات کے دُکھوں کی وجہ سے جو اُس نے اپنی معصوم جان پر برداشت کئے بخشے گئے۔ اس جگہ کئی ذیلی سوال پیدا ہوتے ہیں جن پر آگے چل کر بحث ہوگی۔ یہاں ہم ابھی صرف اس سوال کو لیتے ہیں کہ فرض کے طور پر اگر عیسائیت کے اس دعوے کو تسلیم کر لیا جائے کہ آدمؑ کا "گناہ" وراثتاً اس کی اولاد میں منتقل ہو گیا تو وہ کس رنگ میں بنی آدم پر اثر انداز ہوا؟ کیا اس کی نسل میں گناہ کرنے کا رجحان پیدا ہو گیا یا محض سزا کے طور پر ایک لعنت بن کر اُس کے ساتھ چمٹ گیا۔ صورتِ اوّل میں ایک دوسرا سوال یہ پیدا ہوگا۔ یا یوں کہیے کہ ان دونوں صورتوں میں ایک دوسرا سوال یہ پیدا ہوگا کہ کیا مسیح کا کفارہ بننے کا مطلب یہ ہے کہ اُن لوگوں کی فطرت سے گناہ کرنے کی خاصیت کلیۃً مٹ گئی جن لوگوں پر یہ لعنت آدمؑ کی لغزش کی وجہ سے ڈالی گئی تھی یا وہ خصلت بدستور رہی اور پھر بھی خدا تعالیٰ نے انسان کو نجات دینے کا فیصلہ کر لیا؟ اور دوسری صورت میں کیا وہ سزا جو آدمؑ کی لغزش کی وجہ سے بنی نوعِ انسان پر ڈالی گئی تھی وہ مسیحؑ پر ایمان لانے کے نتیجے میں ہمیشہ کے لئے ختم کر دی گئی یا نہیں؟ اگر یہ کہا جائے کہ مسیحؑ پر ایمان لانے والوں کی سرشت میں سے گناہ کرنے کا مادہ بالکل جاتا رہا تو اوّل تو یہ امر مشاہدہ کے خلاف ہے اور آج عیسائی دنیا جن انواع و اقسام کے گناہوں میں ملوّث ہے اس کی مثال شاید واقعہ صلیب سے پیشتر کی دنیا میں کہیں نظر نہ آئے۔ اور دوسرے خود عیسائی نظریہ کے مطابق اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مسیحؑ کے علاوہ بھی اور بھی بہت سے انسان

معصوم ماننے پڑیں گے۔ یعنی مسیح پر ایمان لانے والے تمام حواری اور بعد کے لوگ جن کی خاطر مسیح کفارہ ہوئے کلیۃً معصوم ماننے پڑیں گے۔ حالانکہ خود عیسائی دنیا بھی اِس امر کو تسلیم نہیں کرتی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ باوجود مسیح پر ایمان لانے کے اربوں ارب انسانوں میں سے شاید ایک آدھ ہی سچا مومن ہو اور یہ معصومیت ایسے ہی سچے مومنین کے لئے مخصوص ہے تو پھر یہ دعویٰ کلیۃً غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ مسیح نے انسانیت پر ایک احسانِ عام کیا۔ اِس عظیم الشان واقعہ کے بعد کہ خدا کا بیٹا انسانوں کی خاطر لعنت کی موت قبول کرے صرف ایک یا دو یا تین آدمیوں کا ابدی گناہ کے چنگل سے نجات پانا ایک تمسخر سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ گناہ کی سرشت تو اُسی طرح رہتی ہے مگر اس گناہ کے بدنتائج سے انسان کو محفوظ کر لیا گیا ہے تو یہ بھی نہ صرف عقلِ انسانی کے ادراک سے بعیدیات ہے بلکہ خود بائیبل اس کے خلاف گواہی دیتی ہے۔ چنانچہ بائیبل کی رُو سے آدمؑ کے گناہ کی ایک سزا تو یہ بھی کہ عورت دردِ زہ کے ساتھ بچہ جنے اور دوسری سزا یہ تھی کہ انسان اپنی محنت کی کمائی کھائے اور عملی دنیا میں ہم ہرگز نہ عیسائیت کے اس نظریہ کے بطلان کو عیاں پاتے ہیں کہ عیسائی دنیا سے اس سزا کو ہمیشہ کے لئے اٹھا لیا گیا کیونکہ عیسائی مومن مائیں بھی اُسی طرح دردِ زہ سے بچے جنتی ہیں جس طرح غیر عیسائی مائیں۔ بلکہ خود مسیح کی والدہ حضرت مریمؑ نے بھی مسیح کی پیدائش پر وہی مشقتیں دیکھیں جو ہر عورت دیکھتی ہے۔ اور عیسائی دنیا بھی اُسی طرح اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی کھاتی ہے جیسے غیر عیسائی دنیا۔ تو یہ دونوں سزائیں بدستور باقی رہنے سے ثابت ہوتا ہے کہ خود بائیبل کی رُو سے بھی یہ امر غلط اور ناقابلِ تسلیم ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے اور عقلی اعتراض بھی اِس نظریہ پر وارد ہوتے ہیں جن کا کوئی جواب عیسائی دنیا کی طرف سے نہیں دیا جا سکتا۔ مثلاً یہ کہ اِس صورت میں ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ مسیح کے کفارہ ہونے نے دنیا میں گناہ کو زیادہ کر دیا۔ کم نہ کیا۔ کیونکہ گناہ کی سزا جو گناہ پر جرأت دلانے کے رستے میں ایک روک بنی ہوئی تھی جب انسانوں پر سے اٹھا لی گئی تو یہ رعایت ملنے کے بعد جس بے فکری اور بے خوفی کے ساتھ انسان گناہ پر تیار ہو سکتا ہے وہ ایک ظاہر امر ہے۔ چنانچہ اس نظریہ کے مطابق مسیح کو گناہ کا پیدا کرنے والا، بڑھانے والا، رائج کرنے والا ماننا پڑے گا۔ گناہ کو دُور کرنے والا نہیں مانا جا سکتا۔ چنانچہ عیسائیت کے نظریۂ نجات کا پہلا اور دوسرا جزو یعنی انسان کا ابدی گناہ اور اس کو دُور کرنے کی صورت اپنی ذات میں ایک ایسی بے عقلی کی بات ہے کہ معمولی سمجھ کا انسان بھی اس کے کسی پہلو کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

پس خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عیسائی عقیدے کی اوّلین بنیاد ہی عقلی لحاظ سے بالکل ناقابلِ تسلیم ہے۔ اوّل تو اِس امر کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں کہ آدمؑ کی لغزشِ اوّل کے نتیجہ میں بنی نوعِ انسان ہمیشہ کے لئے گناہ کی لعنت میں مبتلا ہو گئے۔ بارِ ثبوت مدعی پر ہے مگر صرف عدمِ ثبوت ہی کا سوال نہیں بلکہ جو علم بھی اِس بارے میں

انسان کی دسترس میں ہو سکتا ہے وہ اس مفروضہ کے خلاف شہادت دیتا ہے۔ اس دعوے کا بودا ہونا ایک اَور پہلو سے بھی خود بخود عیاں ہو جاتا ہے۔ اگر ہم اس کی دوسری صورت کے متعلق تصور باندھیں کہ اگر آدم وہ لغزش نہ کرتا تو پھر کیا ہوتا۔ عیسائیت کے دعوے کے مطابق اُس اتفاقی لغزش کے نہ ہونے کی صورت میں آج کا انسان ایک مختلف انسان ہوتا۔ اور فرشتوں کی طرح یہاں زندگی بسر کرتا۔ یہ ایک ایسا احمقانہ تصور ہے کہ اپنے ظاہری لباس ہی میں تمسخر آمیز نظر آتا ہے کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔ ایک کہانی تو ہے لیکن ناقابلِ تسلیم اور ناقابلِ قبول کہانی۔

آئیے اب ہم اس کے دوسرے جزو کے بعض اَور پہلوؤں کی چھان بین کریں کہ شاید وہاں کوئی عقل کی صورت نظر آئے۔!

عیسائی نظریۂ تثلیث و نجات کا دوسرا جزو یہ ہے کہ چونکہ انسان ابدی گنہگار ہو گیا اسلئے اسے اس گناہ سے نجات دلانے کی خاطر مسیحؑ جو خدا کا بیٹا تھا مصلوب ہوا۔ اس کے اس پہلو پر اگر غور کیا جائے کہ انسان کو اس گناہ سے نجات دلانے کا تعلق مسیحؑ کے مصلوب ہونے سے کیا ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ عیسائی اس قسم کا تمسخر آمیز عقیدہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کیسے کر سکتے ہیں؟ یعنی مسیحؑ کا مصلوب ہونا اور انسانیت کا گناہ سے نجات پا جانا' ان دونوں کا جوڑ کیا ہے اور یہ کس طرح ہو گیا؟ خدا کا بیٹا مصلوب ہوا کہ انسانوں نے گناہ اور ظلم کی راہ اختیار کر کے ایک معصوم کو سزائے موت دیدی۔ یا دوسرے لفظوں میں دنیا کے سب سے بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے۔ انسانوں کے خلاف ہی گناہ نہیں کیا بلکہ خدا کے بیٹے کے خلاف گناہ کیا تو مسیحؑ کی صلیب کا واقعہ یا مسیحؑ کے صلیب دیئے جانے کا واقعہ انسانیت کے لئے کسی نجات کا باعث نہیں بننا چاہیئے تھا بلکہ ایک مزید لعنت کا موجب بن جانا چاہیئے تھا۔ ایک آدمؑ کی ایک ادنیٰ سی لغزش کے نتیجہ میں اگر اس کی اولاد ہمیشہ ہمیش کے لئے لعنت میں مبتلا ہو گئی تو انسانوں کی ایک کثیر تعداد کے اتنے خوفناک گناہ کے نتیجہ میں کہ انہوں نے خدا کے بیٹے کو قبول نہ کیا بلکہ اسے صلیب پر چڑھا دیا نسلِ انسانی کے گناہ دُور کس طرح ہو سکتے تھے۔ یہ تو ایک ایسی لعنت تھی کہ جس لعنت کا انسان سے دُور ہو جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ اگر ہمارے عیسائی دوست یہ کہیں کہ مسیحؑ اُن لوگوں کی خاطر سُولی نہیں چڑھا جنہوں نے اس کو سُولی چڑھایا تھا بلکہ اُن گنہگاروں کی خاطر چڑھا جن کا اِس واقعہ میں کوئی دخل نہیں تھا بلکہ وہ مسیحؑ پر ایمان لائے تھے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک گناہ بلکہ ایک ذلیل ترین گناہ کے وقوع پذیر ہونے کی گواہی دینے پر یا بغیر گواہی دیئے اُس واقعہ پر ایمان لانے کے نتیجہ میں کوئی شخص کس طرح گناہ سے پاک ہو سکتا ہے؟ دو ہی قسم کے لوگ تھے۔ ۱وہ جو اس گناہ کے مرتکب ہوئے مسیحؑ کی آمد کے نتیجہ میں اور ازلی ابدی لعنت کا شکار ہو گئے۔ اور ۲وہ جو معصوم تھے اس حد تک کہ اِس گناہ میں اُن کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اب

سوال یہ ہے کہ چند لوگوں کے گنہگار ہونے کے نتیجے میں چند دوسرے لوگ نجات کیسے پا گئے؟ یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ کوہ ہمالیہ کی چوٹی پر بیٹ میں ایک مرغابی نے انڈا دیا اسلئے ایران کی سرزمین خطرناک زلزلوں کا شکار ہو گئی۔ یا بحر الکاہل کی تہہ میں ایک مچھلی کو دوسری مچھلی نے نگل لیا اسلئے ساری دنیا کے بھوکوں کی روٹی کا سامان مہیا ہو گیا۔ یہ قطعاً بے جوڑ باتیں جن کا کوئی بھی تعلق انسانی عقل کے مطابق نظر نہیں آتا کچھ عیسائی منطق ہی کا حصہ ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ جوڑ یہ ہے کہ مسیح معصوم تھا اور اس کے معصوم ہونے کے نتیجے میں جب اس کو سزا ملی تو در اصل وہ ان لوگوں کی خاطر یہ سزا بھگت رہا تھا جن کو اپنے گناہوں کے نتیجہ میں یہ سزا ملنی تھی۔ سوال یہ ہے کہ مسیح کی سزا تو صلیب کی موت تھی اور صلیب کی موت انسان کے گناہ کو بڑھانے کا موجب تھی اور خود بخود ایک سزا کو قبول کر لینے سے گنہگاروں کے دلوں کا زنگ کیسے دور ہو گیا؟ یہ سوال ایک ایسا سوال ہے کہ اس کی عیسائیت کے پاس کوئی بھی توجیہہ موجود نہیں۔ اور پھر طرفہ تماشا یہ ہے کہ کفارے اور اس گناہ کے درمیان کوئی بھی نسبت نہیں جس کے بدلے میں مسیح نے یہ سزا قبول کی۔ کیا مسیح کا صلیب پر مصلوب کیا جانا ان تمام ظلموں اور سفاکیوں کا کفارہ ہو سکتا ہے جو آئے دن آسمان کی طرف سے روئے زمین پر موجود رہتی ہیں۔ ایسے ایسے ظلم انسانوں نے انسانوں پر کئے ہیں اور ایسے ایسے خوفناک جرائم کا ارتکاب کیا ہے اور اس کثرت کے ساتھ کیا ہے اور اتنے لمبے زمانوں تک کیا ہے اور کرتے ہیں کہ ان کے متعلق یہ کہہ دینا کہ خدا کا بیٹا ایک دفعہ مصلوب ہو گیا اور اس کو تکلیف پہنچی اسلئے یہ ساری سزائیں معاف ہو گئیں۔ یہ ایک ایسا بودا خیال ہے کہ عقل اس کے خلاف بغاوت کرتی ہے۔ اگر صرف عیسائی پادریوں کے ان مظالم ہی کو دیکھا جائے جو انہوں نے اپنے بھائی بندوں پر کئے یعنی Inquisition کے زمانے میں جبکہ وہ "فتنۂ ارتداد" کے دبانے کے لئے! ایسے لوگوں کو طرح طرح کے دکھوں کا نشانہ بناتے تھے جو قدیم رومن کیتھولک مذہب کو چھوڑ کر پراٹسٹنٹ مذہب اختیار کرتے تھے تو صرف وہی مظالم یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ ان خوفناک انسانیت کش جرائم کا کفارہ ایک ذات کا صلیب دیا جانا نہیں ہو سکتا (خواہ وہ ذات کیسی ہی معصوم ذات تھی) صرف یہی نہیں بلکہ ایک اور اعتراض اس طرزِ نجات پر یہ پڑتا ہے کہ عیسائی نظریہ کے مطابق کفارہ کی ضرورت یہ پیش آئی کہ خدا تعالیٰ عادل خدا تھا اور یہ اس کے انصاف کے خلاف تھا کہ آدم کے گناہ کو بغیر کسی کفارے کے نسلِ انسانی سے مٹا دے۔ چنانچہ اس کا بیٹا ان گناہوں کی خاطر کفارہ ہو گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس کی صفتِ انصاف نے اس امر کو برداشت کر لیا کہ اس کا بیٹا زید اور بکر کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ جرم تو کوئی اور کرے اور سزا کوئی اور بھرے؟ اوّل تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے جرم کی کثرت اور شدت کی سزا کی قلت کے ساتھ کوئی بھی نسبت نہیں ہے۔ دوم ایک کی سزا دوسرے کو دینا کس طرح قرینِ انصاف ہو سکتا ہے۔ وہ بنیادی وجہ جو کفارہ

کی بیان کی جاتی ہے یعنی خدا کی صفتِ انصاف، خود عقیدۂ کفارہ کی بنا پر اِس صفتِ انصاف پر حرف آتا ہے اور بہت گہرا حرف آتا ہے۔ عیسائی صاحبان یہ کہتے ہیں کہ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی دوسرے کا قرض چکا دے۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں نہ خدا نے خود ہی اُس قرض کو چکا دیا؟ اگر کہو کہ خدا اِس بات سے پاک تھا کہ سزا برداشت کرے تو لازماً یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خدا کے بیٹے کا وجود اِس بات میں خدا سے مختلف اور ادنیٰ درجے کا تھا۔ لیکن یہ مسئلہ ایک بعد کی بحث ہے۔ اِس وقت مَیں صرف یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اگرچہ یہ درست ہے کہ بعض اوقات ایک شخص کا قرضہ دوسرا شخص چکا دیا کرتا ہے لیکن کبھی یہ نہیں ہوا ہوگا کہ ایک شخص کا ہی نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں اشخاص کے کروڑہا بلکہ اربوں روپے کے قرضے ایک شخص ایک دو پیسہ دے کر چکا ڈالے اور عدالت اُس کو تسلیم کر لے۔ ایسی احمق عدالت کو دنیا کا کوئی اَور شخص تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے ایک بچہ ایک دہلیز سے ٹھوکر کھا کر گرے اور درد کی شدت سے نڈھال ہو رہا ہو اور ماں اُس کا دل بہلانے کے لئے دہلیز پر ایک دو ہاتھ مارے کر دیکھو مَیں نے اس کو سزا دے دی ہے۔ بچے کی تکلیف اور دہلیز کے عدمِ احساس میں جو غیر متناہی نسبت ہے کچھ اسی قسم کی نسبت انسان کے گناہوں اور مسیح کے کفارہ میں پائی جاتی ہے۔ اور پھر بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ایک اَور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر قسم کے جرائم میں یہی دستور چل سکتا ہے؟ کیا قاتلوں کی جگہ کسی دوسرے کو پھانسی دی جا سکتی ہے؟ کیا عقل اسے تسلیم کر سکتی ہے؟ کیا زانی کی جگہ کسی دوسرے کو کوڑے مارے جا سکتے ہیں؟ کیا چوروں کی بجائے کسی اَور کے ہاتھ کاٹے جا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اور یقیناً ایک بڑی بھاری قسم جرموں کی ایسی ہے کہ جن کے ثبوت پر سزا کے مستحق وہی لوگ بنتے ہیں جن سے وہ جرم صادر ہوئے ہوں اور کسی دوسرے شخص کو سزا دینے کا تصور ہی غیر عاقلانہ اور احمقانہ نظر آتا ہے تو انسانیت جب اسی قسم کے جرائم سے بھری پڑی ہے تو مسیح کا اُن کے جرائم کی سزا بھگتنے کا تصور اور بھی زیادہ مضحکہ خیز نظر آنے لگتا ہے۔ اور اس قسم کے عدل کے مقابل پر روائتی بندر کا عدل کہیں زیادہ معقول اور سنجیدہ اور قابلِ احترام نظر آنے لگتا ہے۔ پھر صرف یہی نہیں بلکہ ایک اَور سوال عقلِ انسانی میں یہ اُبھرتا ہے کہ ایک عادل جج ہمیشہ اپنے فیصلہ میں اِس امر کو ملحوظ رکھتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مظلوم کی یا اُس کی ہلاکت کی صورت میں اُس کے اعزّا کی داد رسی ہو جائے۔ لیکن یہ عجیب عیسائی منطق ہے کہ ظالم شدت کے ساتھ ظلم کرتا چلا جائے اور ایسے ایسے مصائب لوگوں پر توڑے کہ اُن کی زندگیاں اجیرن کر دے، اُن کیلئے طرح طرح کے دُکھ دینے کے سامان بنائے، اُن کے بیوی بچوں کو اُن کی آنکھوں کے سامنے قتل کرے، اُن کے مال لُوٹ لے، اُن کو مارے پیٹے، یہاں تک کہ وہ لوگ دُکھ سہہ سہہ کر پاگل ہو جائیں یا سسک سسک کر جان دیدیں اور اِن سارے دُکھوں کے نتیجہ میں خدا کا بیٹا دنیا میں اُترے اور اپنے آپ کو سُولی اور تین دن کی لعنتی موت کے لئے پیش کر دے۔ اور ایسے لوگوں کے ظلم سارے کے سارے

وصل جائیں۔ ایسے ظالموں سے پھر کوئی باز پرس نہ ہو۔ اس کے بدلے میں اُن کو کیا کرنا پڑے ؟ صرف یہی کہ وہ مسیح کے دنیا میں آنے کے قائل ہوجائیں اور اس بات کے قائل ہوجائیں کہ کچھ لوگوں نے بڑا بھاری ظلم کیا کہ مسیح کو صلیب پر چڑھا دیا۔ بھلا اس سے اُن مظلوموں کی دادرسی کی کیا صورت ہوگی جن کے دلوں کی آگ اس کے سوا ٹھنڈی نہیں ہوسکتی کہ ظالم اپنے کیے کی سزا پائے۔ جن میں سے بہت سے اس امید پر جیتے ہیں کہ جزا سزا کے دن ان ظالموں کو ان کے ظلموں کا بدلہ ملے گا۔ کیا اِس امر سے ان کی تسلی ہوسکتی ہے کہ اُن ظالموں کے جرم کے بدلے میں خدا کے معصوم بیٹے نے بہت دُکھ اٹھائے اور تین دن لعنت کی تاریکیوں میں روتا اور دانت پیستا رہا۔ کیا کسی مظلوم کا دل اس نظارہ سے تسلی پا سکتا ہے کہ وہ ظالم جس نے کل اُس کو بازار میں جوتیاں ماری تھیں آج اس کا باپ اس کے ساتھ وہی سلوک کر رہا ہے جو بقول نصاریٰ خدا نے دنیا کے ظالم اور سفاک لوگوں سے کیا ہے ؟

عیسائیت کا کفارہ کا عقیدہ محض اسی پہلو سے ہی ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے لائق نہیں بلکہ اگر اس سے بھی بدتر سلوک کسی نظریہ کے ساتھ کیا جا سکتا ہو تو وہ اس سے کیا جانا چاہیئے۔ وہ خدا جو قانونِ قدرت کا خدا ہے جس کے انصاف کے نام پر عیسائی اتنی تڑپ سے انصافی پر ایمان لانے کے لئے دنیا کو بلاتے ہیں۔ وہ خدا جس نے قانونِ قدرت کو پیدا کیا اُس کے جو مظاہر ہمیں قانونِ قدرت میں نظر آتے ہیں وہ اِس عقیدہ کفارہ کا بڑی شدت اور زور کے ساتھ بطلان کرتے ہیں۔ خدا کی خدائی میں ایسی احمقانہ اور بے جوڑ باتیں اِس کائنات میں کہیں نظر نہیں آتیں۔ سائنس نے قدرت کے جن باریک در باریک رازوں کا انکشاف کیا ہے۔ ایک پتے کی حقیقت پر غور کرنے کے بعد بھی اُن انکشافات کی روشنی میں انسان یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ خدا ایک عقلِ کل ہے اور اُس کی ہر بات میں ترتیب ہے اور اس کی ہر بات میں جوڑ اور توازن ہے۔ اس ورطۂ حیرت میں ڈالنے والی کائنات کا ایک ایک ذرہ جس بے نظیر عادل اور منصف خدا کی طرف اشارہ کر رہا ہے اُس کے متعلق یہ تسلیم کر لینے کی حقیر سی گنجائش بھی موجود نہیں بلکہ گنجائش کا شائبہ تک موجود نہیں کہ وہ خدا عیسائی نظریۂ کفارہ کا خدا ہے کہ جس سے زیادہ غیر منصف خدا کا تصور نہیں باندھا جا سکتا۔ اور پھر یہ بے جوڑ تمسخر، یہ ناقابلِ فہم، یہ ناقابلِ تسلیم مفروضہ، یہ ایسا دعویٰ کہ جس کے خلاف فطرت کا ہر ہر ذرہ بغاوت کرتا ہو۔ اُس علیم و حکیم خدا کی طرف منسوب کرنا دنیا کے عظیم ترین ظلموں میں شمار کئے جانے کے لائق ہے۔

ذرا غور تو کیجئے کہ ایک معصوم کو ایسی سزا دینا کہ جس کا وہ کسی پہلو سے بھی سزاوار نہ ہو آخر کس نوع کا انصاف ہے ؟ کیا کوئی شخص جس کے دل میں انصاف کا ایک ذرہ بھی موجود ہو کسی قاتل، زانی، بدمعاش کے بدلے میں کسی ایسے معصوم شخص کو کوڑے لگوا سکتا ہے جو خود آگے آکر یہ کہے کہ ہاں مجھے کوڑے مار لو اور اس کو چھوڑ دو۔ اور یہاں تو صورتِ حال اور بھی زیادہ سنگین ہوجاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ جس معصوم شخص کے کفارہ ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ تو موت سے پہلے رو رو کر بددعائیں کرتا تھا کہ

اِس لعنت کو مجھ سے ٹال دیا جائے، مجھ میں برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے اور اس کفارے کی سزا کو مجھ سے دُور کر دیا جائے۔ یہ جواب کہ یہ آواز مسیح کی نہیں تھی، اُس خدا کی نہیں تھی جو انسانی جسم میں قید تھا بلکہ اُس جسم کی تھی جس میں وہ رُوح قید تھی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اُس جسم میں رُوح کے علاوہ بھی سوچنے سمجھنے اور بات کرنے کی اہلیت موجود تھی؟ اور کیا یہ سزا جو درِ اصل مسیح کو دی جا رہی تھی اُس جسم کو بھی محسوس ہو رہی تھی جو کہ ایک انسانی بے جان جسم تھا۔ صرف خدا کی رُوح کا گھر تھا؟ اور اگر واقعی درست ہے تو پھر ایک ظلم نہیں بلکہ دو ظلم ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک طرف تو ایک معصوم خدا کے بیٹے کو نہایت ہی خوفناک اور گندی قسم کے مجرموں کے بدلے میں لعنت کا شکار بنایا جا رہا ہے اور دوسری طرف اس مظلوم جسم کو بھی سزا دی جا رہی ہے جس کا قصور صرف اتنا تھا کہ وہ مریمؑ کے پیٹ سے خدا کی رُوح کو لے کر نکلا تھا اور ساری عمر اس رُوح کو اپنے اندر سمائے لئے پھرتا رہا۔ اِس قسم کا منصف خدا عیسائیت کے سوا دنیا کا کوئی اور مذہب پیش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اور پھر مزید افسوس اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہ کفارہ اگر عقلاً ممکن بھی ہو تو وہ چیز پیدا کرنے میں کلیۃً ناکام رہا جو اس کا اصل مقصود تھی۔ کیونکہ گناہ پہلے سے کم ہونے کی بجائے کئی گنا بڑھ گئے اور انسان نے جرائم اور عصیان کی وہ راہیں نکالیں کہ اس سے پہلے انسان اُن راہوں کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ تاریخ اِس بات کی شاہد ہے کہ انسان واقعہ صلیب سے پہلے اِس کا دسواں حصہ بھی گنہگار نہیں تھا، دسواں حصہ بھی ظالم اور خدا سے دُور نہیں تھا جتنا کہ واقعہ صلیب کے بعد ہو گیا۔ صرف عیسائیوں پر غیروں کے مظالم ہی کو لیا جائے اور عیسائی پادریوں کے عیسائیوں پر مظالم ہی کو دیکھا جائے تو بھی یہ جرائم کی ایسی دردناک داستان ہے کہ واقعہ صلیب سے پہلے اس کی مثال نظر نہیں آتی۔ اور آج کی دنیا کی اصنام پرستی، آج کی دنیا کی شہوت رانی، آج کی دنیا کی بدکاری، آج کی دنیا کی خدا سے دُوری اور مادے میں گم ہو جانا یہ تمام امور اِس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ واقعہ صلیب سے پہلے انسان اتنا گنہگار نہیں تھا جتنا واقعہ صلیب کے بعد ہوا۔ پس نہ صرف یہ کہ خدا نے انصاف کو چھوڑ کر ایک معصوم روح پر ظلم کیا کہ بے انتہا گناہوں کا بوجھ اُس پر لاد دیا بلکہ یہ سب کچھ بیکار گیا اور اس کا ذرہ بھر بھی فائدہ انسانیت کو نہ پہنچا بلکہ اس واقعہ کے بعد وہ پہلے سے دو چند زیادہ گنہگار ہو گئی۔ کیا عیسائیت کے سوا کوئی اور مذہب بھی ایسا بے عقلی کا نظریہ پیش کرنے کی جرأت کر سکتا ہے؟

تیسرا جزء کاش کہ یہ جہل مرکب کا تانا بانا یہیں ختم ہو جاتا مگر غالب کے اس مصرعہ کے مصداق کہ ؎

ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگِ گراں اور

عیسائیت کی سرزمین میں عقل کے لئے ٹھوکروں کا سامان یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ہمیں کفارہ کے ماننے یا نہ ماننے کے ایک تیسرے جزء کی بھی چھان بین کرنی ہے۔ اور وہ جزء یہ ہے کہ آدم کے موروثی گناہ سے کوئی انسان اس لئے نجات نہیں دلوا سکتا تھا کہ ہر انسان خود موروثی طور پر گنہگار

ہے۔ ایک انسان جو خود مقروض ہو وہ دوسرے کا قرض کیسے چکا سکتا ہے۔ اور چونکہ مسیح خدا کا بیٹا اور معصوم تھا اس لئے وہ اس بات کا اہل تھا کہ یہ بار اپنے کندھوں پر اُٹھا لے۔ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے کہ انسان موروثی گنہگار ہے یا نہیں یا اس رنگ میں کسی کے کفارہ سے اس کی نجات ہونی ممکن بھی ہے یا نہیں۔ اب ہم مسیح کی معصومیت کے تصور کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور اس طرزِ استدلال پر بحث کرتے ہیں کہ جیسا کہ ایک مقروض دوسرے کا قرض نہیں چکا سکتا جب تک اپنا قرض نہ اُتار لے اسی طرح انسان کو اس کے موروثی گناہ سے نجات دلانے کے لئے بھی ایک غیر گنہگار معصوم ہستی کی ضرورت تھی۔ سو اوّل تو میں اپنے عیسائی بھائیوں سے یہ عرض کروں گا کہ محض کوئی مثال پیش کر دینا کسی دعویٰ کو ثابت نہیں کر دیتا جب تک اس مثال کے اُس حصہ کو دعویٰ کے اُس حصہ پر چسپاں کر کے نہ دکھایا جائے جس کا ثابت کرنا مقصود ہو۔ مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ جس طرح شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی نہیں پی سکتے اُسی طرح مرغا اور مرغی بھی ایک گھاٹ پر پانی نہیں پی سکتے تو عیسائی دوست ایسے شخص کے متعلق کیا فتویٰ صادر کریں گے؟ خود ایسی مثال دینے والے کی مثال تو اُس روایتی تیسرے بے وقوف کی طرح ہوگی جس نے کہا تھا کہ مچھلیاں بھی کوئی گائے بھینسیں ہیں جو درختوں پر چڑھ جائیں۔ اسی طرح جب ہم اس قرض والی مثال کو مسئلہ زیر بحث پر چسپاں کر کے دیکھتے ہیں تو سرے سے کوئی سرا دوسرے سرے پر ٹھیک ہی نہیں بیٹھتا۔

اگرچہ یہ درست ہے کہ ایک مقروض جب تک اپنا قرض نہ اُتار لے اخلاقاً وہ دوسروں کے قرض نہیں اُتار سکتا۔ اُس کے پاس اپنا قرض اُتارنے کے بعد کچھ زائد روپیہ بچنا چاہیئے جس سے دوسرے کے قرض اُتار سکے۔ مگر معصومیت کوئی مثبت جنس نہیں ہے جس سے گناہوں کے قرض اُتارے جا سکیں۔ یا دوسرے لفظوں میں جو گناہوں کا بدل ہو سکے۔ یہ تو ایک منفی پہلو ہے یعنی گناہوں کے نہ ہونے کو معصومیت کہا جاتا ہے۔

دوسری وجہ اس مثال کے صادق نہ آنے کی یہ ہے کہ معصومیت کوئی زرِ مبادلہ نہیں ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکے۔ معصوم آدمی کی مثال تو زیادہ سے زیادہ ایسے غیر مقروض کے ساتھ دی جا سکتی ہے جس پر اگرچہ قرض نہ ہو مگر اس کے پلّے پیسہ دھیلا بھی کوئی نہ ہو جسے دے کر وہ کسی دوسرے قرض دار کی گردن چھڑا سکے۔ معصومیت تو ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جو بس اسی شخص کی ہو سکتی ہے جو خود اس کیفیت کا حامل ہو۔ یہ ہرگز کسی دوسرے غیر معصوم کی طرف منتقل نہیں ہو سکتی اور روپے پیسے کی طرح کسی کو دی نہیں جا سکتی۔ اسی طرح گناہ بھی ایک ایسا فعل ہے جو اُس کے فاعل سے مادی طور پر الگ نہیں کیا جا سکتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ مراد یہ نہیں کہ گناہ کسی معصوم ہستی کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں۔ بلکہ مراد صرف یہ ہے کہ گناہوں کی سزا دوسرے کی طرف منتقل ہو سکتی ہے تو میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ اگرچہ انصافاً تو یہ سخت ناجائز ہے مگر عقلاً ایسا ہونا ممکن ہے اور ایک ظالم جج ایک کے گناہ کی سزا دوسرے کو دے سکتا ہے مگر زیرِ نظر مثال تو اس صورت میں بھی اطلاق نہیں پاتی اور عیسائی دوست اس سے جو ثابت کرنا

چاہتے ہیں وہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس صورت میں میری دلیل یہ ہے کہ جس طرح ایک ظالم جج ایک غیر مقروض کے ذمہ کسی دوسرے کا قرض ڈال سکتا ہے اسی طرح ایک مقروض کے ذمہ بھی کسی دوسرے کا قرض ڈال سکتا ہے اور یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہ قرض الف نے (جس نے دراصل روپیہ لیا تھا) نہیں دینا بلکہ ب نے دینا ہے (جس غریب نے وہ قرض نہیں لیا تھا) اور ب کا پہلے سے مقروض ہونا اس فیصلہ کے لئے مانع نہیں ہے۔ یہ مفروضہ عیسائی دوستوں نے کہاں سے گھڑا ہے کہ ایک مقروض اور زیادہ مقروض نہیں ہو سکتا یا ایک مقروض دوسرے مقروض کا قرضہ بھی اپنے ذمہ نہیں لگا سکتا۔ حالانکہ ہم روزمرہ کی زندگی میں ایسا ہوتا ہوا دیکھتے ہیں بلکہ بعضوں کے قرضے بڑھتے بڑھتے دیوالیہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ دراصل مقروض کی مثال دینی مقصود نہ تھی بلکہ دیوالئے کی مثال دینی مقصود تھی اور واقعہ ترمیم شدہ صورت میں یوں ہے کہ آدم کی لغزش سے اس کا اور اس کی نسلوں کا دیوالیہ پٹ گیا اور جس طرح ایک دیوالیہ شخص کسی دوسرے کا قرضہ اپنے ذمہ نہیں لے سکتا اسی طرح ابن آدم کو اس دیوالیہ حالت سے نجات دلانے کیلئے ایک غیر دیوالیہ ہستی کی ضرورت تھی تو پھر سوال یہ اٹھتا ہے کہ دیوالیہ کو تو نجات اس طرح دلوائی جا سکتی ہے کہ اس کی طرف سے ایک غیر دیوالیہ متمول آدمی اپنے مال میں سے کچھ کم کر کے اس شخص کو ادا کر دے جس کا اس دیوالیہ نے قرض دینا ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گنہگار کی مثال اگر قرض دار کی سی ہے تو گناہ کی مثال لازماً قرض کی سی ہوگی اور دیوالیہ کی مثال ایسے قرض دار کی ہوگی جس نے اپنی حیثیت سے کہیں بڑھ کر قرض اٹھا لیا ہو۔ کیا اب بھی عیسائی دوست مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں عیسائیت کی طرف یہ عقیدہ منسوب کروں کہ گناہ کی مثال قرض کی سی ہے؟) اور اگر ہے تو کیا ایسا قرض ہے جو واپس ہو سکتا ہے یا ایسا قرض ہے جو واپس نہیں ہو سکتا؟

یہاں میں وضاحت کے طور پر یہ معذرت پیش کر دوں کہ میں عیسائیت پر کوئی زبردستی نہیں کر رہا اور میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دنیا میں ہر مثال کا ہر پہلو اس چیز پر چسپاں ہوتا ہے جس کی خاطر مثال دی جا رہی ہے۔ بسا اوقات ایک مثال کا صرف ایک پہلو مقصود ہوتا ہے اور روزمرہ ایسی مثالیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ میں تو اس وقت صرف اس امر کی تلاش میں نکلا ہوں کہ کیا زیر بحث مثال کا کوئی ایک پہلو بھی صادق آ رہا ہے یا نہیں۔ دوسرے میں یہ امر بھی صاف کر دوں کہ کم از کم کسی مثال کے اس پہلو کا صادق آنا نہایت ضروری ہے جس کا اس مثال کے ذریعہ ثابت کرنا مقصود ہو۔ چنانچہ میں اس وقت خواہ مخواہ اس مثال کو مدعی کے منشاء سے زیادہ پھیلا نہیں رہا بلکہ اسی حصہ کا خوردبینی سے مطالعہ کر رہا ہوں جس پر خود مدعی اس مثال کو چسپاں کرنا چاہتا ہے اور ہر امکانی پہلو کی چھان بین کر رہا ہوں۔

اس معذرت اور وضاحت کے بعد اب ہم پھر زیر بحث مسئلہ کی طرف آتے ہیں۔ سوال یہ درپیش ہے کہ کیا گناہ کی مثال ایک ایسے قرض کی سی ہے جو واپس نہیں ہو سکتا یا ایسے قرض کی سی ہے جو واپس ہو سکتا ہے۔ اگر کہو کہ واپس نہیں ہو سکتا تو پھر تو عیسائیت کا ہی مکمل خاتمہ

ہو گیا۔ اور اگر کہو کہ واپس ہو سکتا ہے تو کیا روپے پیسے کی طرح اُس جنس میں بھی واپس ہو سکتا ہے جس میں یہ مستعار لیا گیا تھا یا اس کے لئے یہ لازمی شرط ہے کہ واپسی کسی اور رنگ میں ہو گی۔ ظاہر ہے کہ اس قرضہ کی واپسی اُسی جنس میں نہیں ہو سکتی کیونکہ ایک گنہگار اللہ میاں سے تو یہ کہہ نہیں سکتا کہ اچھا خدایا اب تو بھی میرا گناہ کر لے اور تیرا حساب بے باق (نعوذ باللہ من ذالک)۔ اسلئے یہ قرض کسی دوسری جنس ہی میں واپس ہو گا اور وہ جنس کیا ہو سکتی ہے؟ سزا۔ دیکھئے آخر تفحص اور تلاش کا کچھ فائدہ ہو ہی گیا اور عیسائیت کی پیش کردہ مثال میں ایک صورت اطلاق پانے کی نظر آ ہی گئی ـــــ مگر افسوس کہ سوالوں کا سلسلہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا۔ اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا اس قرض کی ادائیگی صرف مقروض ہی کر سکتا ہے یا کوئی دوسرا بھی۔ یا یہ صورت ہے کہ صرف کوئی دوسرا ہی کر سکتا ہے مقروض نہیں کر سکتا۔ اگر تو اس کی ادائیگی صرف مقروض ہی کر سکتا ہے تو کفارہ کا سوال ہی باقی نہیں رہتا (اس پہلو پر تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے)۔ اور اگر مقروض بھی کر سکتا ہے اور کوئی دوسرا بھی۔ تو بہرحال دیوالیہ والی مثال کا اس صورت پر اطلاق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دیوالیہ تو کہتے ہی اس کو ہیں جو اتنا مقروض ہو چکا ہو کہ اُس کی ادائیگی اس کے قبضۂ قدرت سے باہر ہو۔ اور اگر کہو کہ مقروض نہیں کر سکتا یعنی گنہگار خود نہیں کر سکتا بلکہ کوئی اور غیر مقروض ہی کر سکتا ہے تو یہ بھی عقلاً ناممکن بلکہ خود عیسائی مسلّمات کے بھی خلاف ہے۔ جب ہم یہ طے کر چکے ہیں کہ گناہ ایک ایسا قرض ہے جس کی ادائیگی سزا قبول کرنے کی صورت ہی میں ہو سکتی ہے تو آخر کیوں

خدا تعالیٰ گنہگار سے یہ قرض واپس نہیں لے سکتا۔ گناہ کی زندگی تو بہرحال محدود ہوتی ہے اور سزا کی زندگی خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق لامحدود ہو سکتی ہے تو پھر بہرحال یہ ماننا پڑے گا کہ ہر قرض دار اپنے قرض کو ادا کرنے کا اہل ہے کیونکہ جب تک اُس میں لامحدود گناہ کرنے کی استطاعت نہ ہو خدا تعالیٰ سزا کے ذریعہ اپنے قرض کی واپسی کر ہی سکتا ہے۔ اس کا ایک اور لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ جب انسان کو لامحدود زندگی دے کر لامحدود سزا دی جا سکتی ہے تو پھر اس کے دیوالیہ ہونے کا سوال نہیں اور یہ عقلاً عین ممکن ہے کہ ایک انسان خود گنہگار ہوتے ہوئے بھی کسی دوسرے گنہگار کا قرض اٹھا لے جس کا ادا کرنا اس کی استطاعت میں رہے گا۔ اور یہ تسلیم کرتے ہی ایک معصوم نجات دہندہ کی تلاش کی ضرورت دھوئیں کی طرح فضاء میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ ہر انسان کا گناہ خواہ وہ کیسا ہی خفیف ہو لامحدود سزا کا متقاضی ہوتا ہے اسلئے عملاً ہر آدمی کی مثال دیوالیہ کی سی ہے تو قطع نظر اس کے کہ خدائے عادل پر ایک نہایت مکروہ لامحدود ظلم کا الزام عائد ہوتا ہے۔ ایک اور لازمی نتیجہ اس سے یہ نکلے گا کہ اَن گنت انسانوں کے لامحدود گناہ یا قرض کو ایک محدود سزا (جو عیسائیت نے تجویز کر رکھی ہے) کے ذریعہ کیسے چکایا جا سکتا ہے (اس پر تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے) اسوقت صرف یہ نظر یاتی بحث ہے کہ لامحدود قرض محدود ادائیگی کے ذریعہ پورا کیا جا سکتا ہے؟ اگر کہو کہ جتنی ادائیگی ہو سکتی ہے کر دی جائے باقی معاف ہو گا۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر تو معافی اسلئے ہے کہ مقروض ادا ہی نہیں کر سکتا تو یہ مثال

یہاں چسپاں نہیں ہوتی کیونکہ اگر ایک انسان کو لامحدود سزا کا مکلّف کیا جا سکتا ہے تو ایک اس قسم کے خدا کے بیٹے کو جسے سزا دیا جانا ممکن ہے کیوں لامحدود سزا کا مکلّف نہیں کیا جا سکتا؟ اور اگر کہو مکلّف تو کیا جا سکتا ہے مگر ویسے ہی معافی ہو جائے گی تو پھر خدا کی صفتِ عدل جس پر ساری عیسائیت کی بنیاد ہے کہاں چلی جائے گی؟ ابھی کچھ دیر پہلے ہی مَیں نے ایک بے وقوف کا ذکر کیا تھا جو اسی شاخ کو کاٹ رہا تھا جس پر بیٹھا ہوا تھا۔ یہاں پہنچ کر مجھے وہ مثال پھر یاد آگئی۔ اگر صفتِ عدل اس جگہ اس راہ میں حائل نہیں ہوتی تو پھر باقی مقروضوں کے قرضے ویسے ہی کیوں معاف نہیں ہو سکتے؟ اور پھر یہ عجیب منطق ہے کہ ایک شخص ایک دس ہزار روپے کے مقروض کا ایسا قرضہ خود اٹھانے کے لئے یہ کہہ کر آگے آجائے کہ اگر یہ معاف بہرحال نہیں ہو سکتا تو مَیں اس قرض کی ادائیگی اپنے ذمہ اٹھا لیتا ہوں اور پھر ایک روپیہ دے کر کہہ دے کہ باقی معاف کر دیا جائے۔ اور لطیفہ یہ ہے کہ یہ شخص وہ دس ہزار کا دس ہزار ادا کرنے کی استطاعت رکھتا تھا۔

چنانچہ آپ کسی پہلو سے بھی اس مثال کو واقعۂ صلیب اور کفارہ پر چسپاں کر کے دیکھیں یہ چسپاں نہیں ہوتی اور ایک معصوم کی ضرورت کو ثابت نہیں کرتی۔ دعویٰ تو یہ تھا کہ چونکہ ایک مقروض کا قرضہ دوسرا مقروض نہیں چکا سکتا اسلئے قربانی کا بکرا بنانے کے لئے ایک غیر مقروض کی ضرورت ہے۔ مگر جس صورتِ حال پر اس کو چسپاں کیا جا رہا ہے وہاں صورت یہ نکلی کہ ایک مقروض یعنی گنہگار کی تو یہ اہلیت ثابت ہوئی کہ دوسرے کے گناہوں کی سزا بھگت سکے مگر جو غیر مقروض یعنی معصوم ڈھونڈا گیا وہ ایک گنہگار کے گناہوں کے ایک حصّہ کی سزا بھی برداشت کرنے کا اہل ثابت نہیں ہوا۔ اِن دونوں مثالوں کا ویسا ہی جوڑ ہے جیسا گائے بھینسوں اور مچھلیوں کا ہے۔

اِس سوال کا ایک اَور پہلو ابھی باقی ہے کہ کیا ہر گنہگار صرف خدا کا مقروض ہے یا خدا کے علاوہ بندوں کا بھی مقروض ہو سکتا ہے۔ اگر کہو صرف خدا کا۔ تو یہ امر واقعہ کے خلاف ہے کیونکہ حقوق العباد میں دخل اندازی انسان کو خدا کے علاوہ بندے کا گنہگار بھی کرتی ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ دُکھ مجھے پہنچے اور معاف کوئی اَور کرتا پھرے۔ وہ بڑا ظلم جو انسان نے انسان پر کئے ہیں وہ بہرحال اگر سارے نہیں تو کچھ حصّہ انسان کے قرض شمار ہونے چاہئیں۔ اب اگر ایک معصوم نے تین دن کی لعنت برداشت کر کے خدا کا قرض چکا دیا تو اِن دوسرے لاکھوں قرض خواہوں کے قرض کا کیا بنے گا۔ اگر وہ حساب بھی اُنہی تین دن میں شامل ہے تو ویسی ہی بات ہوگی جیسے کسی نے اپنی بیوی کو دو سیر گوشت پکنے کے لئے دیا تھا کہ یہ سارا مَیں ہی کھاؤں گا کسی اَور کو نہ دینا۔ اتفاقاً بیوی کے پانچ چھ بھائی ملنے کے لئے آگئے اور گوشت اُن کی نذر ہو گیا۔ جب خاوند شام کو گھر آیا تو سبزی پکی ہوئی دیکھ کر سخت حیران ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ بیوی نے حیرانی دیکھ کر مالک کی بہتیری بلّی کو گالی دی اور کہا کہ حیران کیوں ہو اِس اپنی بہتیری کمبخت کو کوسو جو سارا گوشت کھا گئی ہے خاوند فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور بلّی کو پکڑ کر تولا تو وہ اتفاقاً پورے دو سیر کی نکلی۔ اِس پر اُس نے ڈنڈا پکڑ لیا کہ بی بی

اگر یہ بلی ہے تو میرا گوشت کہاں ہے اور اگر یہ گوشت ہے تو بلی کہاں گئی۔

ہمارے عیسائی دوست بتائیں کہ اگر تین دن میں مسیح نے خدا کا قرض ادا کیا تھا جو وہ بھی پورا نہیں کیا۔ تو بندوں کا قرض کہاں گیا؟ اور اگر.....

پھر اس مسئلہ کا حل بھی سوچیں کہ ہم کروڑوں مسلمان اور کروڑوں ہندو اور کروڑوں بدھ اور جینی اور سکھ اور زرتشتی اور پارسی جو مسیح پر بحیثیت خدا کا بیٹا ہونے کے ایمان نہیں لاتے یا بعض سرے سے کسی حیثیت سے بھی ایمان نہیں لاتے وہ تو کبھی بھی اس ناقص ادائیگی سے راضی نہیں ہوں گے جو اُن کے قرض کی تھوڑی مقدار میں کسی اور کو کی جا رہی ہے۔ جو ظلم ہم میں سے کسی پر ہوتے ہیں اُن کا قرض مسیح نے ہمیں تو کوئی ادا نہ کیا۔ اگر کہو کہ اس کا بدلہ تمہیں یہ ملے گا کہ تم لوگ یعنی غیر اُمتوں کے مظلوم مسیح کی اس قربانی کی بنا پر بخشے جاؤ گے تو یہ بھی اوّل تو نامعقول اور بے دلیل بات ہے دوسرے یہ اعتراض پھر وارد ہوگا کہ مسیح پر ایمان لائے بغیر بھی نجات ممکن ہوگئی؟

ان اجزاء کے علاوہ اور بھی بہت سے جُزء ہیں جن کی بحث انشاء اللہ آئندہ کی جائے گی اور ابھی تو ہم حتی الامکان اختصار سے کام لے رہے ہیں۔ عیسائیت کے نظریات کفّارہ، نجات اور تثلیث تو بے عقلیوں کے ایک اتھاہ سمندر کی طرح ہیں جن کے راز ختم ہونے میں نہیں آتے۔

ایک اعتراض کا جواب

بائیبل میں خداوند کا حُلیہ

(جناب چوہدری سردار خان صاحب موہلنکی ضلع گوجرانوالہ)

پادری صاحبان حدیث یضع فیہا ربّ العزّۃ قدمہ کے مجازی ذکر سے خدا تعالیٰ کو مجسّم ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ جواباً پادری صاحبان کے غور کے لئے مختصر طور پر حوالجات ذیل درج ہیں:-

(۱) خدا تعالیٰ کے سر کا ذکر (یسعیاہ ۵۹/۱۷۔ زبور ۳/۸)۔ (۲) سر کے بال (دانی ایل ۷/۹)۔ (۳) آنکھیں (۱سلاطین ۸/۲۹ و یسعیاہ ۷/۱۶ و زبور ۱۳/۱۵۔ زکریا ۱۲/۴۔ ۲تواریخ ۱۶/۹۔ یرمیاہ ۵/۳۔ ۲تواریخ ۷/۱۵۔ ایوب ۳۴/۲۱۔ زبور ۳۹/۱۳، ۱۷/۲، ۱۱/۴۔ حزقیل ۵/۱۰، ۹/۱۰، ۲۰/۱۷۔ عاموس ۹/۸)۔ (۴) خدا کی سات آنکھیں (زکریا ۴/۱۰)۔ (۵) ناک (یسعیاہ ۶۵/۵)۔ (۶) نتھنے (حزقی ایل ۸/۱۹۔ زبور ۸/۱۸۔ ۲سموایل ۲۲/۹، ۲۲/۱۲۔ ایوب ۴/۹)۔ (۷) ہونٹ (ایوب ۱۱/۵۔ یسعیاہ ۳۰/۲۷۔ ایوب ۲۳/۱۲۔ یسعیاہ ۲/۱۱)۔ (۸) زبان (یسعیاہ ۳۰/۲۷، ۲۸/۱۱)۔ (۹) چہرہ (زبور ۸۹/۱۵، ۸۰/۱۹، ۳۱/۱۶۔ خروج ۳۳/۲۰۔ زبور ۲۷/۱۔ خروج ۳۳/۲۳۔ زبور ۳۴/۵، ۳۳/۳۔ یرمیاہ ۱۷/۱۸)۔ (۱۰) مُنہ (زبور ۱۳۸/۴، ۵/۵۔ یسعیاہ ۱۱۹/۷۲، ۵۸/۱۴، ۴/۱۴۔ یرمیاہ ۴۰/۵۔ یرمیاہ ۳۳/۵۔ حزقیل ۳۹/۲۴۔ متی ۴/۱۰۔ حزقی ایل ۷/۱۶۔ یسعیاہ ۵۴/۸۔ حزقیل ۱۵/۷۔ حزقی ایل ۳۹/۲۹)۔ (۱۱) بازُو (زبور ۸۹/۱۳، ۹۸/۱۔ یسعیاہ ۵۲/۱۰۔ ایوب ۴۰/۹)۔ (۱۲) ہاتھ (زبور ۷۴/۱۰، ۳۱/۵، ۸۵/۲۱۔ ۲سلاطین ۳/۱۵۔ زبور ۱/۱۲۔ عزرا ۸/۱۳، ۸/۲۲)۔ (۱۳) ہتھیلی (یسعیاہ ۴۹/۱۶۔ خروج ۳۳/۲۳)۔ (۱۴) انگلی (خروج ۳۱/۱۸)۔ (۱۵) بغل (زبور ۷۴/۱۰۔ ایوب ۲۷/۳۴، ۲۲/۴۔ سموایل ۲۳/۳۔ ۲تواریخ ۲۰/۱۵۔ ۱سموایل ۱۰/۹)۔ (۱۶) کمر (زبور ۹۳/۱، ۹۴/۱۰)۔ (۱۷) دل (یرمیاہ ۳۲/۴۱ و

معجزاتِ یسوع کے متعلق ایک نکتہ

(جناب مولانا محمد صادق صاحب فاضل سابق مبلغ انڈونیشیا و ملایا)

خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس نے یسوع صاحب کے حالات لکھنے پر کئی آدمیوں کو مجبور کر دیا۔ جن میں سے پھر صرف چار کی تحریروں کو انجیل کی شکل دیدی گئی۔ ان میں کئی قسم کے اختلافات موجود ہیں جو یسوع کے حالات خصوصاً معجزات پر خوب روشنی ڈالتے ہیں۔ چنانچہ مرقس نے اپنی کتاب کی فصل ۶ آیت ۱۳ میں لکھا ہے کہ جب یسوع نے اپنے حواریوں کو بدروحیں نکالنے کا اختیار بخشا اور انہیں تبلیغ کے لئے بھیجا۔ تو انہوں نے بیماروں کو تیل مل کر اچھا کیا۔ لکھا ہے:-

"انہوں نے روانہ ہو کر منادی
کی کہ توبہ کرو۔ اور بہت بدروحوں
کو نکالا اور بہت بیماروں کو
تیل مل کر اچھا کیا۔"
(مرقس ۶/۱۳)

یہ حوالہ نص ہے اس بات پر کہ یسوع کے شاگردوں نے اپنی دعاؤں یا روحانی برکت سے بیماروں کو اچھا نہ کیا تھا بلکہ ان کے پاس کسی قسم کے تیل کا مجرب نسخہ تھا جو کھجلی جیسی دیگر جلدی بیماریوں کے لئے بہت مفید تھا۔ اور بہت ممکن ہے کہ وہ تیل یسوع نے خود انہیں دیا ہو۔ تا کہ وہ اُسے استعمال کر کے لوگوں کو اچھا کریں۔ اور اس ذریعہ سے اپنے مشن کی تبلیغ کو بھی وسعت دے سکیں۔

دیکھئے تیل کے استعمال کا ذکر صرف مرقس نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ متی، لوقا، اور یوحنا نے اس کے متعلق خاموشی اختیار کرنا ہی مناسب سمجھا ہے۔ کیونکہ اس سے یسوع کے شاگردوں کے ان معجزات کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ جن کے متعلق کلیسیا کے ممبر فخریہ طور پر یہ کہتے پھرتے ہیں کہ انہیں "شفاء بخشی" کی یہ طاقت اور قوت یسوع نے بخشی تھی۔

بائیبل کی الہامی حیثیت

چند مسیحی محققین کے علمی و تحقیقی بیانات

(مکرم مولوی محمد اعظم صاحب اکسیر جامعہ احمدیہ ربوہ)

۱۔ مشہور عیسائی محقق جناب ڈاکٹر جے۔ پیٹرسن سمتھ صاحب ڈی۔ ڈی لکھتے ہیں:۔

"بہت سی باتیں جو بائیبل کے متعلق میرے کئی ایک خیالات کے الٹ دینے والی ہیں، ایسے اشخاص کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں جو نہ تو بے اعتقاد ہیں نہ مذہب کے دشمن ہیں نہ اس کی توہین روا رکھنے والے ہیں بلکہ وہ بڑے ادب و لحاظ سے سالہا سال تک اس کے متعلقہ امور کی تحقیقات میں مشغول رہے ہیں۔ ان میں یونیورسٹیوں کے پروفیسر کلیسیا کے بشپ اور اعلیٰ عہدیدار اور ایسے ایسے اصحاب شامل ہیں جن کی اعلیٰ علمیت اور دینداری اور خدا پرستی میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا اور یہ نہ صرف ایک جماعت سے بلکہ مختلف کلیسیاؤں سے تعلق رکھنے والے اور مختلف سلسلۂ خیالات کے پابند ہیں ۔۔۔۔۔ وہ اب بائیبل کی نسبت وہ خیالات نہیں رکھتے ۔۔۔۔ جیسے کہ انہیں بچپن میں تعلیم دی گئی تھی یا جیسا کہ عوام الناس میں سے ہزاروں دیندار مرد و عورت آج کل بھی مانتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس میں بہت کچھ انسانی عنصر پایا جاتا ہے۔" (بائیبل کا الہام شائع کردہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور صلے)

۲۔ پادری جے۔ ایل۔ گرے صاحب بی۔ اے جگادھری لکھتے ہیں:۔

"سرسری نگاہ سے مطالعہ کرنے والوں کے نزدیک نبیوں کی تحریریں (نوشتے) بے معنی اور مبہم ہیں اور اس کی کئی ایک وجوہات ہیں۔ ان تحریرات (نوشتوں) کی غیر واضح زبان اور استعاروں کی بھرمار سے پڑھنے والے اکتا جاتے ہیں۔ ان کے طرزِ بیان اور اندازِ تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف جن

واقعات کا ذکر کر رہا ہے وہ زندگی سے
کوئی واسطہ نہیں رکھتے اور انکے بیانات
میں بیسویں صدی کے انسانوں کے واسطے
کوئی پیغام نہیں۔" (انبیائے اصغر
کے پیغامات" صفحہ ۱)

۳۔ سکاٹ لینڈ کے نامور پروفیسر ڈاڈز صاحب ڈی۔ ڈی
تحریر فرماتے ہیں:-
"پرانے عہد نامہ کے مصنفوں میں سے
ہر ایک اپنے ملہم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔"
پھر لکھتے ہیں:-
"بائیبل میں ایسی کتابیں ہیں جن کی نسبت
ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی نبی یا رسول یا کسی
اور مقرر کئے ہوئے شخص کی لکھی ہوئی ہیں۔
مثلاً پہلی اور دوسری تواریخ، آستر،
ایوب اور واعظ۔ کوئی نہیں جانتا
کہ ان کتابوں کو کس نے لکھا۔"
ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:-
"آجکل علماء کا اس امر پر اتفاق ہے
کہ نہ تو پرانے عہدنامہ کی نسبت اور نہ
نئے عہدنامہ کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ
ان میں کوئی لفظی غلطی واقع نہیں ہوئی۔"
نیز یہی پروفیسر صاحب فرماتے ہیں کہ:-
"اگر ہم بائیبل پر بخوبی غور کریں تو
ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ بائیبل علم الٰہی
کی ٹیکسٹ بک نہیں ہے اور نہ وہ اس

غرض کو اچھی طرح پورا کر سکتی ہے۔"
(تحقیق بائیبل صفحہ ۵۱، صفحہ ۳۵، صفحہ ۹۷، صفحہ ۵۴)

۴۔ چرچ مشن پاکستان کی شائع کردہ مشہور کتاب
"روح کو آزماؤ" کے صفحہ ۱۹، ۲۰ پر لکھا ہے:-
"درحقیقت تاریخوں کی صحت، تاریخی
تفصیلات اور سائنس کے اصولی نظریات
سے بائیبل مقدس میں غلطیاں، متضاد
بیانات اور نامکمل علم پایا جاتا ہے اور
یہ غلطیاں زیادہ اہم مسائل جیسے خدا کا
ذہن، خدا کی مرضی وغیرہ میں بھی نظر آتی
ہیں۔" (مسیحی رسالہ "المائدہ" لاہور
بابت ۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ء)

۵۔ جناب پادری ولیم ینگن صاحب ایم اے نے فرمایا:-
"اگر کسی شخص کو جو بائیبل سے ناواقف
ہو یہ بتایا جائے کہ بائیبل کی پہلی پانچ کتابوں
میں شریعت ہے تو ان کے دیکھنے سے
متعجب ہوگا۔ کیونکہ تقریباً آدھا بیان
تواریخی ہے۔ ایسی کتاب کی بابت یہ
گمان کرنا کہ وحی سے لکھی گئی یا مسائل
سے بھری ہے محض غلط ہے۔"
(مسیحی مسائل صفحہ ۱۲)

۶۔ جناب ڈاکٹر جے۔ پیٹرسن سمتھ صاحب ڈی۔ ڈی۔
"نوشتوں کا دعویٰ کیا ہے؟" کی سرخی کے ماتحت رقمطراز ہیں:-
"بائیبل مقدس کے لکھنے والے کبھی اس
امر کے دعوے دار نہیں ہوئے کہ ان کی

تحریر غلطی سے مبرا ہے۔ اگر ہم ان کے حق میں اس قسم کے دعوے کرنے لگ جائیں تو یقیناً اس میں ان کا کچھ قصور نہیں ہے۔ کیونکہ ظاہراً تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا بائیبل خاص کر عہد عتیق ہم کو اس قسم کے دعوے کرنے سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے ...... انہوں نے اپنا مصالحہ قوم کے دوسرے غیر الہامی نوشتوں سے جمع کیا ہے۔ سلاطین اور تواریخ کی کتابوں کے مصنف ایک ہی واقعہ کی متوازی تاریخیں لکھتے ہیں۔ جو تفصیلی امور میں ایک دوسرے سے ہرگز اتفاق نہیں کرتیں اور بعض اوقات ایسے اختلافات بھی پائے جاتے ہیں جنہیں باہم تطبیق دینا امکان سے باہر ہے۔"

("بائیبل کا الہام" ص۱۳۶)

۷۔ جناب ڈاکٹر آر۔ ڈبلیو۔ ڈیل صاحب لکھتے ہیں:۔

"پچاس سال کا عرصہ گزرا کہ لوگ خیال کرتے تھے کہ جیالوجی (علم طبقات الارض) کی تحقیقات کے نتائج موسوی الہام کے حق میں زہرِ قاتل کا کام کر جائیں گے اور اگر موسیٰ کے الہامی دعووں کو زک پہنچی تو نئے عہد نامہ کی کتابیں بھی نہ بچیں گی ...... مسیحی مذہب کے معاون کبھی فکر و تشویش سے بھر جاتے اور کبھی غم و غصہ سے۔ جیالوجی اور الہام میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے حکیمانہ تشریحیں اور تاویلیں ایجاد کی گئیں جن میں سے بعض بہت ہی رکیک تھیں۔ ...... اسی طرح ڈاروِن صاحب کی تحقیقات سے بھی کچھ ایسی قسم کی ہل چل پڑ گئی تھی ...... مسیحیوں کے درمیان خوف کی نسبت غصہ اپنا رنگ زیادہ دکھانے لگا ...... لیکن ان مباحثوں نے جو جیالوجی اور الہام کے متعلق ہو چکے تھے اہل الرائے مسیحیوں کی اس معاملہ میں خوب تربیت کر دی تھی۔ اور ان کے دلوں میں الہام ربانی کی حقیقت کا نیا تصور بھر دیا تھا۔"

("زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ" ص۲۱-۲۳)

۸۔ جناب پادری کینن ڈبلیو۔ ایچ۔ ٹی۔ گیرڈنر صاحب بی۔ اے نئے عہد نامہ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"یوحنا کے مکاشفہ کے علاوہ ایک بھی کتاب انجیل میں نہیں ہے جس کا یہ دعوٰی ہو کہ اس کے مصنف پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے یا اس کے مصنف کو خدا نے لکھنے کے لئے مامور کیا تھا ...... ایسا معلوم پڑتا ہے کہ ان کے مصنفوں نے یونہی یا اپنی مرضی سے حسب موقع ان کو تحریر کیا ہے۔" ("الہام" ص۵۷-۵۸)

۹۔ جناب پادری ولیم میچن صاحب "اناجیل" کی حیثیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"مسیحیوں نے بے شک محمدؐ صاحب کے زمانے سے پہلے جعلی اور محرف انجیلیں بنائیں ..... ان کتابوں کے لکھنے والوں کے نام معلوم نہیں۔ اکثر ان کے مصنف ایسے نام رکھتے تھے جن سے یہ سمجھا جائے کہ کسی حواری نے ان کو لکھا ..... اگر سب غیر مستند انجیلوں وغیرہ کی فہرست بنائی جائے تو اس میں کم از کم ستر کتابوں کے نام لکھے جائیں گے جن میں سے بعض بالکل کھو گئیں، بعض ناقص ہیں اور بعض پورے طور پر موجود ہیں ..... یہ کتابیں خوب بکتی تھیں اور کم علم لوگ انکو پسند کرتے تھے" (تحریف انجیل و صحت انجیل از پادری ولیم میچن صاحب ایم اے صفحہ ۵-۱۱)

۱۰۔ آج سے تقریباً ساٹھ سال پیشتر ایک مسیحی محقق ڈاکٹر آر۔ ڈبلیو۔ ڈیل صاحب نے صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ :۔

"اس میں شک نہیں کہ اگر وہ (یعنی مسیحی) بائبل کے الہام پر شک لانا شروع کر دیں .... تو ان کا ایمان پاش پاش ہو جائیگا" (زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ صفحہ ۵۲ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۴ء) ٭

حضرتِ مسیح کے متعلق درمیانی راستہ

(از جناب مولوی برکت اللہ صاحب محمود۔ مولوی فاضل حیدر آباد)

یہود نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے بارے میں جو رویہ اختیار کیا وہ حد سے زیادہ مخالفانہ تھا۔ انہوں نے نہ صرف آپ کی رسالت کا انکار کیا بلکہ آپ کی ذات اور پیدائش کے متعلق بھی ناپاک حملے کئے اور ایک ایسی راہ اختیار کی جو انکار کی آخری حد تھی۔ اسکے برخلاف نصاریٰ نے ایک دوسری راہ اختیار کی جو یہود کے رویہ کی طرح غلو اور مبالغہ کی آخری حد ہے۔ انہوں نے ایک انسان کو جو ایک ضعیفہ عورت کے پیٹ سے عام آدمیوں کی طرح پیدا ہوا۔ خدا، خدا کا بیٹا اور جو کچھ کہہ سکتے تھے کہا۔ اور پھر گرایا بھی تو یہاں تک کہ اسے ملعون بنایا اور ہاویہ میں گرایا۔ اِن دونوں راستوں کو اگر دیکھا جائے تو ہر ایک راستہ حقیقت سے دور اور انکار و اقرار دونوں ہی صورتوں میں بیجا مبالغہ ہے۔ درمیان کی راہ وہ ہے جو قرآن کریم نے اختیار کی اور بقول ارسطو (GOLDEN MEAN) سنہری راستہ یعنی اوسط راستہ اختیار کیا۔ قرآن کریم نے نہ تو انکی نبوت اور رسالت سے انکار کیا اور نہ ہی انکی ذات پر ناپاک حملے کئے بلکہ ان کا صحیح مقام پیش کیا جو پرانی پیشگوئیوں کے مطابق تھا۔ قرآن کریم نے ان دونوں قوموں کی غلطیوں کی اصلاح کی۔ عیسائیوں کو بتایا کہ وہ خدا کا رسول تھا خدا نہ تھا، وہ ملعون نہ تھا مرفوع تھا۔ اور یہودیوں کو بتایا کہ وہ (نعوذ باللہ) ولد الزنا نہ تھا بلکہ مریم صدیقہ عورت تھی "اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا" کی وجہ سے اس میں نفخ روح ہوا۔ وہ صادق نبی تھا۔ بائبل سے اس کی سچائی ثابت ہے آسمانی دلائل اس کی صداقت پر قائم ہیں۔ یہی درمیانہ راستہ ہے ٭

عیسائیوں کے بنیادی عقائد
سکھ گورو صاحبان کی نظر میں!

(از جناب عباد اللہ صاحب گیانی - ربوہ)

دنیا میں جس قدر مذاہب پائے جاتے ہیں ان سب میں بعض مخصوص عقائد ایسے ہیں جو انہیں باقی مذاہب سے بالکل الگ کر دیتے ہیں اور ان مخصوص عقائد کو اختیار کرنے سے ہی انسان اس مذہب میں شامل سمجھا جاتا ہے۔

عیسائیوں کے بنیادی اور امتیازی عقائد یہ ہیں :-

۱- تثلیث
۲- الوہیت مسیح
۳- کفارہ
۴- حیات مسیح

ذیل میں ہم ان عقائد سے متعلق سکھ گورو صاحبان کی آراء پیش کرتے ہیں :-

۱- تثلیث

عیسائی حضرات کے نزدیک ان کا پہلا بنیادی اور امتیازی عقیدہ تثلیث ہے۔ یعنی وہ (۱) باپ (۲) بیٹا اور (۳) روح القدس تینوں کے مجموعے کو خدا تسلیم کرتے ہیں اور ان تینوں کو ایک مانتے ہیں۔ جہاں تک مذاہب عالم کی تاریخ کا تعلق ہے یہ حقیقت ہے کہ تثلیث کا عقیدہ کافی پرانے زمانہ سے چلا آ رہا ہے چنانچہ عیسائیت سے قبل بھی ایسے مذاہب دنیا میں موجود تھے جو کسی نہ کسی رنگ میں تثلیث کے عقیدہ کے قائل تھے گو ان کی تثلیث عیسائیوں کی تثلیث سے مختلف تھی مگر وہ بھی تین کے مجموعے کو ہی خدا تسلیم کرتے تھے چنانچہ ویدک زمانہ کی تثلیث اگنی، وایو اور سورج تھی۔ یعنی اس زمانہ کے ویدک دھرمی آگ، ہوا اور سورج کے مجموعے کو خدا تسلیم کرتے تھے سناتن دھرمیوں کی تثلیث میں برہما، بشن اور شیو شامل ہیں۔ ان کے نزدیک ان تینوں دیوتاؤں کا مجموعہ خدا ہے۔ اور آریہ سماج کے نزدیک خدا، روح اور مادہ تینوں ازلی ابدی ہیں۔ گویا یہ بھی اپنی قسم کی ایک تثلیث ہی ہے۔

مشہور سکھ ودوان سردار بہادر کاہن سنگھ جی نابھہ نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ :-

"تریمورتی - ویدوں کے مطابق اگنی، وایو
اور سورج - پورانوں کے مطابق
برہما، بشن اور شیو - بائبل کے
مطابق خدا، روح القدس اور
حضرت عیسیٰ۔"

(ترجمہ از مہان کوش ص ۱۸۲)

الغرض یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی مختلف قوموں میں

تثلیث کا عقیدہ کسی نہ کسی رنگ میں پایا جاتا ہے۔ اور وہ تین کے مجموعے کو خدا تعالیٰ تسلیم کرتی ہیں۔

قرآن مجید میں جہاں تثلیث کے عقیدہ کا رد کیا گیا ہے وہاں اصولی رنگ مدنظر رکھا گیا ہے۔

سکھ گورو صاحبان اور تثلیث

جب ہم اس بارہ میں سکھ گورو صاحبان کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ کسی رنگ میں بھی تثلیث کے قائل نہ تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات اور صفات میں واحد اور یگانہ تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ اس بارہ میں گورو نانک صاحب کا یہ واضح ارشاد ہے کہ :-

آد نرنجن نرمل سوئی
اور نہ جانا اکو سوئی
ایکنکار دسے من بھاوے ہوئیں گرب گوایتا
امرت پیاست گورو دیا
اور نہ جانا دوآ تیا
ایکو ایک سو اپرم پر پرکھ نوزانے پائیندا

یعنی میں خدائے واحد کا پرستار ہوں کسی دوسری یا تیسری ہستی کو خدا تعالیٰ کے ساتھ تسلیم نہیں کرتا اللہ تو واحد اور یگانہ ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

گورو گرنتھ صاحب کے ایک اور مقام پر تثلیث کا رد اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا گیا ہے جیسا کہ مرقوم ہے کہ :- قائم دائم سدا پاتشاہی
دوم نہ سیم ایک سو آہی
(گورو گرنتھ صاحب راگ گوڑی رہ داس صفحہ ۳۴۵)

یعنی ہمیشہ کی حکومت اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا یا تیسرا خدا نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنی ذات اور صفات میں واحد و یگانہ ہے۔

"گورو گرنتھ کوش" (گورو گرنتھ صاحب کی لغات) میں "مسیم" کی تشریح میں مرقوم ہے کہ :-

"عیسائی لوگ خدا تعالیٰ کے تین حصے تسلیم کرتے ہیں۔ باپ، بیٹا، روح القدس ..... اس میں بتایا گیا ہے کہ خدا کے مقابلہ پر نہ کوئی دوسرا ہے اور نہ اس میں کسی تیسرے کا امکان ہے، وہ واحد و یگانہ ہے۔" (گورو گرنتھ کوش صفحہ ۲۰۷)

۲۔ الوہیت مسیح اور گورو صاحبان

عیسائیت کا دوسرا بنیادی اور امتیازی عقیدہ الوہیت مسیح ہے۔ سکھ گورو صاحبان کے عقیدہ کی رُو سے اللہ تعالیٰ جنم مرن سے پاک ہے۔ یعنی وہ کسی بھی شکل میں کبھی پیدا نہیں ہوا۔ جیسا کہ گورو نانک جی نے اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :-

" اجونی " (گورو گرنتھ صفحہ ۱)

یعنی۔ اللہ تعالیٰ اجونی ہے۔ وہ کسی بھی شکل میں پیدا نہیں ہوا۔ گورو گرنتھ صاحب میں اس سلسلہ میں یہ مرقوم ہے کہ :-

تو پار برہم پرمیشر جون نہ آوہی
تو حکمی ساجے سرشٹ ساج سماوہی
(گورو گرنتھ صاحب ادمارو محلہ ۵ صفحہ ۱۰۹۵)

یعنی اے مولا! تو کسی بھی شکل میں پیدا نہیں ہوا اور

تُو نے اپنے امر سے اس تمام عالَم کائنات کی تخلیق کی ہے۔
اور اپنے حکم سے ہی تو اسے فنا کر دے گا

گورو گرنتھ صاحب کے ان شبدوں سے الوہیت مسیح کا رد ہو رہا ہے۔ سکھ گورو صاحبان نے یہ بات واضح الفاظ میں بیان کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ جنم مرن سے پاک ہے وہ کسی بھی وقت کسی شکل میں پیدا نہیں ہوا۔ اس صورت میں مریم بتول کے بطن سے پیدا ہونے والے مسیح کو خدا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ سکھ گورو صاحبان کا خدا تعالیٰ سے متعلق یہ نظریہ تھا کہ اس کی نہ کوئی ماں ہے اور نہ باپ۔

گورو گرنتھ صاحب میں اللہ تعالیٰ کے بیٹے کی بھی نفی کی گئی ہے۔ یعنی رب العزت کو بیٹے اور بیٹیوں وغیرہ سے پاک بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مرقوم ہے:۔

نہ تس مات پیا سُت بندھپ نہ تس کام نہ ناری
اکل نرنجن اپر پرمپر سگلی جوت تہاری
(گورو گرنتھ صاحب راگ سورٹھ محلا ۱ ص ۵۹۷)

یعنی:۔

نہ تس مات پیا سست بھرا تا
(گورو گرنتھ صاحب راگ مارو محلہ ۱ ص ۱۰۲۱)

یعنی۔ اللہ تعالیٰ ماں باپ اور بیوی بچوں سے پاک ہے نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔

گورو گرنتھ صاحب کے ان شبدوں میں مسیح کی ابنیت کا رد کیا گیا ہے۔ گویا کہ جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کے پیٹ سے پیدا ہونے والا مسیح خدا کا بیٹا ہے وہ سکھ گورو صاحبان کے نزدیک راستی پر نہیں ہیں۔ صراط مستقیم یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بیٹوں اور بیٹیوں سے پاک مانا جائے۔

الوہیت اور موت

سکھ مذہب میں موت کو الوہیت کے منافی تسلیم کیا گیا ہے یعنی سکھ گورو صاحبان کے نزدیک خدا تعالیٰ حی و قیوم ہے۔ اس پر کبھی موت وارد نہیں ہو سکتی۔ عیسائی حضرات مسیحؑ کی صلیبی موت کے قائل ہیں۔ گورو نانک جی نے فرمایا ہے:۔

تو سدا سلامت نرنکار
(گورو گرنتھ صاحب جپ جی ص ۴)

ایک اور مقام پر گورو جی نے خدا تعالیٰ سے متعلق یہ فرمایا ہے کہ:۔

جو آیا سو چلسی امر سو گور کرتار
(گورو گرنتھ صاحب سری راگ محلا ۱ ص ۶۳)

یعنی:۔

مرا وہ مرے نہ ہووے سوگ
دیندا رہے نہ چوکے بھوگ
(گورو گرنتھ صاحب راگ آسا محلا ۱ ص ۳۴۹)

یعنی اس دنیا میں جو بھی پیدا ہوا ہے اس کیلئے موت لازمی ہے۔ صرف اور صرف خدائے واحد کی ذات بابرکات ہی موت سے بالا ہے۔ نہ تو اللہ تعالیٰ مر سکتا ہے اور نہ اس کا سوگ منایا جا سکتا ہے۔ اس کے خزانے کبھی بھی خالی نہیں ہوتے۔ وہ ہمیشہ بخشش کرتا رہتا ہے۔

پس مسیحؑ کی موت جو عیسائی حضرات کے مسلمات میں شامل ہے الوہیت کے منافی ہے سکھ گورو صاحبان کے نزدیک اللہ تعالیٰ موت سے بالا ہے۔ جو شخص پیدا ہو کر

مر جاتے وہ سکھ گورو صاحبان کے نزدیک خدا نہیں ہو سکتا۔

۳۔ کفارہ اور سکھ گورو صاحبان

عیسائیوں کا ایک خاص عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضرت مسیح نے تمام لوگوں کے گناہوں کا بوجھ اٹھا لیا ہے اور صلیب پر جان دے کر وہ تمام دنیا کے گناہگاروں کے لئے کفارہ ہو گئے ہیں۔ اب حضرت مسیح پر ایمان لانے سے انسان کو اس کے اگلے پچھلے ہر قسم کے گناہوں سے نجات مل جاتی ہے۔ سکھ گورو صاحبان اس عقیدہ کو درست تسلیم نہیں کرتے تھے۔ ان کے نزدیک ہر جان اپنے کئے کا پھل پائے گی۔ کوئی دوسرا کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ چنانچہ اس بارے میں گورو نانک جی فرماتے ہیں کہ:۔

کپڑ روپ سہاونا چھڈ دنیا اندر جاونا
مندا چنگا آپنا آپے ہی کیتا پاونا
حکم کئے من بھاوندے راہ بھیڑے اگے جاونا
ننگا دوزخ چالیا تاں دسے کھرا ڈراونا
کر اوگن پچھوتاونا

(گورو گرنتھ صاحب وار آسا محلہ اصلہ)

گورو گرنتھ صاحب کے اس مندرجہ بالا شبد میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کا پھل بھگتے گا۔

اس سلسلہ میں گورو گرنتھ صاحب میں یہ بات بھی واضح الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ کوئی دوسرا کسی کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا۔ اور ہر ایک اپنے ہی اعمال کا بدلہ پائے گا چنانچہ مرقوم ہے کہ:۔

اہکر کرے سو اہکر پاوے
کوئی نہ پکڑیئے کسے تھائے

(گورو گرنتھ صاحب راگ آسا محلہ ۵ صلہ)

یعنی جو کرے گا وہی بھرے گا کسی دوسرے کو اس کے عوض میں پکڑا نہیں جائے گا۔

الغرض گورو گرنتھ صاحب کے مندرجہ بالا اقوال میں کفارہ کا رد کیا گیا ہے اور اس صحیح نظریہ کو اپنایا گیا ہے کہ کسی کے گناہوں کے عوض میں کسی دوسرے کو پکڑا نہیں جا سکتا۔ ہر شخص اپنا بوجھ خود اٹھائے گا اور اپنے کئے کا پھل پائے گا۔

ایک سکھ ودوان کا بیان ہے کہ گورو نانک جی نے روم کے عیسائیوں کے سامنے کفارہ کا رد مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا تھا کہ:۔

"ست گورو جی نے فرمایا کہ آپ کا یہ خیال غلط ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی امت (پیرو کار چیلوں) کے تمام گناہوں کو اٹھا کر لے گئے ہیں۔ یا اب جو عیسائی بنے گا اور عیسیٰ پر ایمان لائے گا اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے یا حضرت صاحب خدا تعالیٰ سے بخشوا دیں گے۔"

(ترجمہ از تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۲۹)

اس سلسلہ میں بھائی بالا جی کی جنم ساکھی میں گورو نانک جی کا یہ ارشاد بھی موجود ہے کہ:۔

کل جگ سچ نیاؤں ہے
جو وگاڑے پاوے سوئے

ہور کسے نہ ماریئے
بھاویں کوئی ہوئے
جیہڑا انگ گناہ کرے
تس انگے ملے سزائے
وچ کتاباں لکھیا
آکھیا پاک خدائے
(جنم ساکھی بھائی بالا صا۲۰)

مندرجہ بالا شبد میں گورو نانک جی نے کیسا عمدہ اور پاکیزہ خیال پیش کیا ہے کہ کسی دوسرے انسان کا کسی کے گناہوں کا کفارہ ہونا تو درکنار انسان کے اپنے بھی دوسرے عضو کو سزا نہیں دی جائے گی بلکہ جس عضو نے کوئی گناہ کیا ہوگا وہی اس کی پاداش میں پکڑا جائے گا اور سزا بھگتے گا۔

۴۔ عقیدہ حیات مسیح پر عیسائیت کی بنیاد

عیسائی صاحبان اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر مرنے کے بعد زندہ ہو گئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمان پر اٹھا لیا تھا اور اب تک وہ بدستور آسمان پر زندہ چلے آ رہے ہیں۔

عیسائیوں کے اس عجیب و غریب عقیدہ سے متعلق ایک مشہور سکھ وِدوان بھائی ویر سنگھ جی امرتسری نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ :۔

"دنیا کے ایک مشہور مذہب کے ایک
بزرگ نے اپنی ایک چٹھی میں جو اب اس
مذہب کی مقدس کتاب کا حصہ ہے لکھا
ہے کہ اگر ہمارا بانی مر کر زندہ نہیں ہوا تو
ہمارا ایمان باطل ہے۔ گویا کہ مرنے
اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کا تاریخی
واقعہ غلط ثابت ہو جائے تو اُمت
کا ایمان بھی غلط ثابت ہو گیا۔ تمام
مذہب کی بنیاد اس واقعہ پر ہے۔"
(ترجمہ از گورپرتاپ سورج گرنتھ سنپادت
جلد اول صا۴۲)

بھائی ویر سنگھ جی نے مندرجہ بالا اقتباس میں جس چٹھی کا ذکر کیا ہے عہد نامہ جدید میں درج ہے (ملاحظہ ہو کرنتھیوں باب ۱۵۔ آیت ۱۰، ۱۴، ۱۵)

ایک اور سکھ وِدوان کا بیان ہے کہ :۔
"اگر عیسائیوں کی تاریخ سے یہ ثابت
ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ مُردوں میں سے
زندہ نہیں ہوئے تو عیسائیوں کا مذہب
دنیا سے ختم ہو جائے۔" (ترجمہ از اخبار
اکالی پتریکا ۸ جون ۱۹۵۱ء)

ایک سکھ وِدوان نے دلائل دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ کوئی انسان اس خاکی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر نہیں جا سکتا۔
(ملاحظہ ہو گورپرتاپ سورج گرنتھ سنپادت صا۳۶)

سکھ گورو صاحبان اور حیات مسیح

سکھ گورو صاحبان حیات مسیح کے اس رنگ میں قائل نہ تھے جس رنگ میں عیسائی صاحبان قائل ہیں۔ سکھ گورو صاحبان کے نزدیک ہر انسان خواہ وہ روحانی اور دنیادی اعتبار سے کتنی ہی بلند شان کا مالک کیوں نہ ہو ہمیشہ کے لئے جسمانی طور پر زندہ نہیں رہ سکتا بلکہ اپنی عمر گذار کر

فوت ہو جاتا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام حضرت بابا نانک صاحب کے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ بات صحیح ہے کہ باوا صاحب مسیح ابن مریمؑ کے نزول اور حیات کے قائل نہ تھے۔" (ست بچن صفحہ ۵۵)

جب ہم سکھ کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ گورو نانک جی حیات مسیحؑ کے قائل نہ تھے اور آپ یہ تعلیم دیتے تھے کہ ہر ایک انسان کی موت و حیات کا تعلق اسی دنیا سے ہے چنانچہ گورو صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

مرن جیون کو دھرتی دینی
اینے گن وسورے

(گورو گرنتھ صاحب راگ رام کلی محلہ ا صفحہ ۸۰۶)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی موت و حیات اسی زمین سے وابستہ کی ہے۔

گورو نانک جی نے ایک اور مقام پر فرمایا ہے:۔

در گھر محلا ہستی گھوڑے
چھوڈ ولایت دیس گئے
پیر پیغمبر سالک صادق
چھوڑی دنیا تھاے سبے

(گورو گرنتھ صاحب راگ آسا محلہ ا صفحہ ۴۲۵)

یعنی تمام بڑے بڑے مالدار اور حکمران لوگ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام اور سالک صادق بھی وفات پا گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں مقبول ہو گئے ہیں۔

اس بارہ میں دسم گرنتھ میں یہ مرقوم ہے کہ:۔

جتنے اولیاء انبیاء ہوئے جیتے
تیتو کال جیتا نہ کے کال جیتے

... ...

جتنے اولیاء انبیاء غوث ہوئے ہیں
سبے کال کے انت داڑھا تلے ہیں

(دسم گرنتھ صفحہ ۳۴)

جنم ساکھی بھائی بالا کے ایک مقام پر حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا اعلان مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:۔

پیر پیغمبر اولیاء تہاں مرگی حال بہائے
دبے پیئے زمین وچ لکھاں جگ تبائے
پھیر نہ صورت تہاں دی ڈِٹھی کسے نہ مول
عیسیٰؑ موسیٰؑ ابراہیمؑ ہور کیتے نبی رسول

(جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۵۱)

ایک سکھ ودوان سردار شیر سنگھ جی ایم ایس سی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ گورو نانک جی اپنے سفروں کے دوران میں یوروشلم بھی گئے تھے اور وہاں آپ نے عیسائی راہبوں سے تبادلۂ خیالات کیا تھا اور اس بحث کا موضوع یہ تھا کہ کیا حضرت عیسیٰؑ اس خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ موجود ہیں؟ سردار صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ باوا صاحب نے دلائل دے کر ثابت کیا تھا کہ حضرت مسیحؑ جسم کے اعتبار سے فوت ہو چکے ہیں اور روحانی اعتبار سے زندہ موجود ہیں۔

(پرچو جگو جنم ساکھی صفحہ ۱۰۱-۱۰۲)

ان تمام حوالہ جات سے یہ واضح ہے کہ عیسائیوں کے بنیادی عقائد تثلیث، الوہیت مسیحؑ، کفارہ اور حیات مسیحؑ سے متعلق سکھ گورو صاحبان کے وہی خیالات تھے جو اسلام نے پیش کئے ہیں۔ یعنی سکھ گورو صاحبان ان عقائد سے متعلق عیسائی حضرات کے نظریات کو درست تسلیم نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ درحقیقت یہ عقائد توحید باری تعالیٰ کے منافی ہیں۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

کا

ایک عیسائی پادری سے دلچسپ مناظرہ

(مکرم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب منگلا مولوی فاضل)

"یکے پادری برائے مباحثہ در دہلی آمد مسٹر مٹکف بہادر ایجنٹ از پادری بگفت کہ شرط اینست ہر کہ مغلوب شود دو ہزار روپیہ نقد ادا نماید۔

پادری صاحب بعد ایجاب شرط نزد مولانا صاحب آمد و گفت کہ من سوالے دارم و آں اینست کہ پیغمبرِ شما حبیبِ خدا است ہنگام شہادت امام حسین چرا بجناب الٰہی فریاد نکرد حالانکہ حبیبِ محبوب محبوب می‌شود ضرور اثرِ دعا باجابت رسیدے......

جواب داد...... کہ پیغمبرِ ما صلعم وقتیکہ برائے فریاد بحضور سبحانہٗ تعالیٰ رسید ندا از پردہ غیب برائے رسید کہ البتہ از جانب قوم بر نبیرۂ شما ظلم و ستم شدہ او را شہید ساخت اما چہ کنم کہ دریں زمان صدمہ مصلوبیت فرزند عیسیٰ یاد آمدہ است ازیں جہت پیغمبرِ ما خاموش ماند پادری از جواب الزامی لاجواب شدہ دو ہزار روپیہ بابت شرط روبرو ایجنٹ نہاد"

ترجمہ۔ ایک دفعہ ایک بڑا پادری مناظرہ کیلئے دہلی آیا۔ مسٹر مٹکف بہادر ایجنٹ کمپنی نے اسے کہا کہ مناظرہ کی شرط یہ ہے کہ جو مغلوب ہو جائے دو ہزار روپیہ نقد ادا کرے۔ پادری شرط منظور کرتے ہوئے شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے مقابلہ میں آیا اور یہ سوال پیش کیا کہ تمہارا پیغمبر خدا کا محبوب ہے انہوں نے امام حسین کی شہادت کے وقت جناب الٰہی میں کیوں دعا نہ کی اور اگر دعا کی تو اس کا اثر کیوں نہ ظاہر ہوا حالانکہ محبوب کا محبوب زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

حضرت مولانا عبد العزیز صاحب نے جواب دیا کہ ہمارے پیغمبر علیہ السلام اسی وقت خدا کے دربار میں پیش ہوئے تھے لیکن غیب سے ندا آئی کہ اے محمدؐ! بیشک آپ کے نبیرہ پر بیحد ظلم ہوا ہے اور قوم نے اسے شہید کر دیا ہے لیکن میں کیا کروں کہ اس وقت میں اپنے بیٹے عیسیٰ کی مصلوبیت کے صدمہ سے دوچار بیٹھا ہوں۔ لہذا یہ جواب سنکر ہمارے نبی علیہ السلام ادباً خاموش ہو گئے۔ پادری صاحب اس جواب سے لاجواب ہو گئے اور دو ہزار روپیہ نقد ایجنٹ صاحب کے سامنے رکھ دیا +

(فتاوی عزیزیہ مطبوعہ دہلی صـ۱۲)

ورسولاً الی بنی اسرائیل

حضرت مسیحؑ صرف بنی اسرائیل کے رسول ہیں

انجیلی حوالہ جات کی روشنی میں!

(از جناب گیانی واحد حسین صاحب فاضل)

قرآن مجید نے اعلان فرمایا ہے کہ حضرت مسیحؑ صرف بنی اسرائیل کے رسول تھے ان کا مشن عالمگیر نہ تھا۔ قرآن مجید کے اس دعویٰ کی اناجیل سے بھی واضح تصدیق ہوتی ہے۔ متی انجیل نویس نے میکاہ نبی کی پیشگوئی یوں نقل کی ہے:-

"کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو
میری اُمّت اسرائیل کی گلہ بانی کریگا۔"

(متی ۲/۶)

اس حوالہ میں اسرائیل کو خدا کی اُمّت بتایا ہے اور لوقا ۱/۶۸، ۷/۱۶، ۲/۳۲ میں اسرائیل کو خدا کی اُمّت کہا گیا ہے نیز یسعیاہ ۱/۳ اور یرمیاہ ۲/۱۳ میں بھی "میری اُمّت" سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ اور پیشگوئی کے مطابق اس سردار یعنی مسیحؑ کی آمد صرف اُمّتِ اسرائیل کی گلہ بانی کرنے کے لئے ہوگی۔ اسی طرح حضرت مریمؑ کو خدا کے فرشتہ نے حضرت مسیحؑ کی بابت بشارت دی "خداوند خدا اُس کے باپ داؤد کا تخت اُسے دیگا اور وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا۔" (لوقا ۱/۳۲-۳۳) اس کے علاوہ فرشتہ نے چرواہوں کو بشارت دی جو ساری اُمّت کے واسطے تھی کہ تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا (لوقا ۲/۱۰-۱۱) اس میں بھی بنی اسرائیل کے لئے نجات کی بشارت ہے۔ فرشتہ یوسف کو بی بی صدیقہ کے متعلق بشارت دیتا ہے "وہ بیٹا جنے گی اور تُو اس کا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے نجات دے گا۔" (متی ۱/۲۱) "اپنے لوگوں" سے مراد بنی اسرائیل ہیں (دیکھو خروج ۲۲/۳۱ اعمال ۲/۳۶) حضرت یوحنا فرماتے ہیں "وہ اپنے گھر آیا اور اس کے اپنوں نے اُسے قبول نہ کیا۔" (یوحنا ۱/۱۱) لکھا ہے "خدا نے اپنے وعدے کے موافق اسرائیل کے پاس ایک منجی یعنی یسوع کو بھیج دیا جس کے آنے سے پہلے یوحنا نے اسرائیل کی تمام اُمّت کے سامنے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کی" (اعمال ۱۳/۲۳-۲۴) "اپنے گھر" کا مطلب واضح ہے کہ اسرائیل کی تمام اُمّت کے پاس اُن کو گناہوں سے نجات دینے کے لئے آپ کا ظہور ہوا۔ مجوسی کہتے ہوئے آئے کہ یہودیوں کا بادشاہ پیدا ہوا (متی ۲/۲) نتن ایل نے کہا اسرائیل کا بادشاہ ہے (یوحنا ۱/۴۹) پلاطوس نے کہا یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے (متی ۲۷/۳۷) حضرت بی بی مریمؑ خدا کا شکر ادا کرتی ہوئی کہتی ہیں کہ "اس نے

اپنے خادم اسرائیل کو سنبھال لیا" (لوقا ۱/۵۴) حضرت زکریا اپنے بیٹے یوحنا کی بابت کہتے ہیں "تو خداوند کی راہیں تیار کرنے کو اس کے آگے آگے چلے گا تاکہ اس کی اُمت کو نجات کا علم بخشے" (لوقا ۱/۷۶-۷۷) اس سے معلوم ہوا کہ یوحنا کی آمد اسلئے بھی کہ وہ اس کی اُمت یعنی خدا کی اُمت اسرائیل کو مسیح کی آمد سے انہیں نجات کی اطلاع دے کیونکہ حضرت مسیح کی آمد بنی اسرائیل کی نجات کے لئے تھی حضرت مسیح نے اپنے آپ کو بنی اسرائیل کا استاد بتایا۔ (یوحنا ۳/۱۰) سردار کاہن نے نبوت سے کہا کہ یسوع اس قوم کے واسطے مرے گا بلکہ اس واسطے بھی کہ خدا کے پراگندہ فرزندوں کو جمع کر کے ایک کر دے (یوحنا ۱۱/۵۰-۵۲) "پراگندہ فرزندوں" سے مراد بنی اسرائیل ہیں جو مختلف مقامات پر منتشر حالت میں تھے (یعقوب ۱/۱)

اس کے علاوہ یروشلم میں شمعون نام کا ایک شخص جو راستباز اور خدا ترس اور اسرائیل کی تسلی کا منتظر تھا اور روح القدس اس پر تھا۔ اس نے کہا "یہ اسرائیل میں بہتوں کے گرنے اور اٹھنے کے لئے اور ایسا نشان ہونے کیلئے مقرر ہوا" (لوقا ۲/۳۴)

اسرائیل کی عدالت

حضرت مسیح نے اپنے بارہ[12] شاگرد بنی اسرائیل میں سے چنے اور ان سے وعدہ کیا "جب ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تو تم بھی جو میرے پیچھے ہو لئے ہو بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے" (متی ۱۹/۲۸) اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح روز انصاف صرف بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کریں گے۔ اور مکاشفہ کی کتاب میں نجات یافتہ لوگوں کی گنتی ایک لاکھ چوالیس ہزار بتائی گئی ہے جو سب کے سب بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے ہوں گے۔ بارہ قبیلوں میں ہر ایک فرقہ کی تعداد بارہ بارہ ہزار ہوگی۔ (مکاشفہ ۷/۴) اور یہ لوگ مسیح (برّے) کے ساتھ ہوں گے۔ ان کے ماتھے پر اُس کے اور اُس کے باپوں کے نام لکھے ہوئے ہوں گے۔ وہ لوگ جو عورتوں کے ساتھ آلودہ نہیں ہوئے بلکہ کنوارے ہیں وغیرہ (مکاشفہ ۱۴/۱-۴) اس سے بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت مسیح صرف بنی اسرائیل کے لئے ہی مبعوث ہوئے ہیں۔

حضرت مسیح کا اپنا اقرار

انجیل میں ایک مصیبت زدہ کنعانی عورت کا قصہ مرقوم ہے۔ اس عورت نے اپنی بیمار بیٹی کی صحت کے لئے حضرت مسیح سے التجا کی لیکن آپ نے اسے کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر شاگردوں نے عرض کی کہ اسے رخصت کر دیا جائے کیونکہ یہ ہمارے پیچھے چلاتی ہے۔ اس پر حضرت مسیح نے شاگردوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" (متی ۱۵/۲۴)

اس حوالہ سے پہلے حوالجات کی پُر زور تصدیق ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح صرف بنی اسرائیل کی طرف ہی مبعوث ہوئے تھے۔ پھر آپ نے اپنے شاگردوں کو تبلیغ کے لئے بھیجتے وقت ہدایت فرمائی۔ لکھا ہے:-

"ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور انہیں حکم دے کے کہا کہ غیر قوموں کی طرف

نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل
نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی
ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔" (متی ۹/۱۰)

پہلے حوالہ میں اپنی آمد کے متعلق بتایا کہ وہ صرف اسرائیل کے لئے ہے اور اس حوالہ میں شاگردوں کو حکم دیکر روک دیا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔ دوسری جگہ فرمایا "ابن آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہے۔" (متی ۱۸/۱۱ لوقا ۱۹/۱۰) اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کی آمد کا مقصد پراگندہ بنی اسرائیل کی تلاش اور ان کو نجات دینا تھا۔

کنعانی عورت

اس عورت کے اصرار پر آپ نے فرمایا کہ:-

"لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینی اچھی نہیں۔" (متی ۱۵/۲۶-۲۷)

اس حوالہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح اس کنعانی عورت کی مدد نہیں کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ غیر اسرائیلی تھی۔ لڑکوں کی روٹی یعنی یہودیوں کی روٹی چھین کر کتوں یعنی غیر اسرائیلیوں کو دینا اچھا نہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ غیر اسرائیلیوں کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔ ان روشن حوالہ جات کی موجودگی میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں کہ حضرت مسیح بنی اسرائیل کے علاوہ دیگر اقوام کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ لہذا اگر کوئی متشابہ لفظ ان حوالجات کے برعکس ہوگا وہ کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

"عمانوایل" کا مصداق کون ہے؟

(حضرت قاضی محمد یوسف صاحب مردان)

پادری اور مناد صاحبان کہتے ہیں کہ یسعیاہ نبی نے بطور پیشگوئی فرمایا کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور وہ ایک بیٹا جنے گی اور اس کا نام عمانوایل ہوگا یعنی خدا تعالے ہمارے ساتھ ہے۔ (دیکھو انجیل متی باب اول آیت ۲۳-۲۴)

کنواری سے مراد حضرت مریم ہے اور عمانوایل خدا وند یسوع ہیں۔ یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی۔

ہمارا تحقیقی جواب یہ ہے کہ یہ پیشگوئی قطعی اور یقینی طور پر خداوند یسوع کے حق میں نہیں۔ بوجوہات ذیل:

(۱) چاروں اناجیل میں سے صرف انجیل متی نے ایسا لکھا ہے مگر مرقس، لوقا اور یوحنا نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کی تحقیق میں متی نے یہ استدلال درست نہیں کیا۔

(۲) انجیل متی میں لکھا ہے کہ مریم کی منگنی یوسف نجار ناصری سے ہوئی۔ مریم حاملہ ثابت ہوئی۔ یوسف اس کو گھر لانے میں متردد تھا۔ ایک فرشتہ نے ظاہر ہو کر یوسف سے کہا کہ مریم روح القدس سے حاملہ ہے تو اس کے گھر میں لانے سے نہ گھبرا۔ وہ بیٹا جنے گی، تو اس کا نام یسوع رکھنا (متی باب اول آیت ۲۰-۲۱) جب مریم بیٹا جنی تو یوسف نے اس کا نام یسوع رکھا (متی باب اول آیت ۲۵)

مگر کسی نے اس کا نام عمانوایل نہ رکھا۔ نہ مریمؑ نے نہ یوسف نے۔ نہ یسوع کبھی عمانوایل کہلایا۔

(۳) دراصل یسعیاہ نبی نے اپنے بیٹے کی پیدائش کی خبر دی تھی اور وہ چھ سات سال کے عرصہ میں پوری ہوگئی (دیکھو یسعیاہ باب ۷، ۸) پیشگوئی میں یسعیاہ نبی نے لفظ المایا علمہ استعمال کیا تھا۔ عبرانی میں علمہ اس جوان عورت کو کہتے ہیں جو شادی شدہ ہو مگر ہنوز اولاد نہ ہوئی ہو۔ اس کا ترجمہ متی نے غلط طور پر کنواری کر کے مریم پر چسپاں کیا ہے۔

(۴) جب یہود نے خداوند یسوع کو گرفتار کر کے مذہبی عدالت اور سیاسی حکومت میں بطور مجرم پیش کرنا چاہا تو خداوند یسوع نے گتسمنی کے باغ میں ساری رات دعا کی کہ اے باپ! اگر ہو سکے تو یہ موت کا پیالہ مجھ سے ٹال دے۔ صبح کے قریب یہودا اسکریوطی یہودی جوانوں کی ایک جماعت لے کر اس باغ میں داخل ہوا اور خداوند یسوع کو گرفتار کرا دیا۔ دونوں عدالتوں نے صلیبی موت تجویز کی اور اس کو صلیب پر لٹکایا گیا اور خداوند یسوع نے بالآخر کہا ایلی ایلی لما سبقتانی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ (متی باب ۲۶ آیت ۳۶ – ۴۰) بقول نصاریٰ یسوع نے مرتے مرتے اقرار کر لیا کہ میں عمانوایل نہیں ہوں کیونکہ خدا نے مجھے چھوڑ دیا ہے

(۵) یسعیاہ نبی کے زمانہ میں یہوداہ کا بادشاہ آخز تھا جو نام بن عزیاہ تھا۔ اس کے ملک پر دشمن چڑھ آئے۔ شاہ آخز پریشان ہوا۔ خدا تعالیٰ نے یسعیاہ نبی کو اطلاع دی کہ آخز نہ گھبرائے اسکو دشمنوں سے نجات دیجاویگی۔ اس کا نشان یہ ہے کہ دیکھو علمہ حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھیگی (یعنی خدا ہمارے ساتھ ہے) جب یہ لڑکا دودھ و شہد کھائیگا اور جس وقت وہ برا ترک کریگا اور بھلا پسند کریگا امتیاز پاویگا یہ سرزمین مخالف بادشاہوں سے چھوٹ جاویگی۔ (یسعیاہ باب ۷ آیت ۱ تا ۱۶) یسعیاہ نبی کہتا ہے کہ میں نبیہ (اس کی بیوی) کے پاس گیا۔ وہ حاملہ ہوئی اور ایک بیٹا جنی تب خداوند نے مجھے کہا کہ اس کا نام مہیر شالال حاش بز رکھ۔ وہ دونوں مخالف بادشاہ یہوداہ کی حکومت چھوڑ دیں گے (باب ۸ آیت ۱–۸) اس واقعہ سے جو اوپر ذکر ہوا خداوند یسوع کا کوئی تعلق ہے؟

(۶) اگر زمانہ مابعد یسعیاہ نبی کے دوبارہ کسی واقعہ پر عمانوایل کا تعلق ہو سکتا ہے تو وہ صرف سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو سکتا ہے جبکہ وہ قریش کے تعاقب سے غار ثور میں اپنے ساتھی حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ پناہ گزین تھے اور کفار کھوجی غار ثور تک پہنچے۔ حضرت ابوبکرؓ گھبرائے تو حضرت محمدؐ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ یعنی فکر مند مت ہو ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ یہ ہے وہ عمانوایل (خدا باست) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ +

حضرت مسیحؑ کا مقام خود اُن کی نظر میں

(مکرم عطاء الکریم صاحب شاہد بی۔ اے واقف زندگی)

دنیا بھر کے ذی شعور انسان کسی مامور ربانی کے مقام کا صحیح اندازہ اس کے دعاوی سے کرتے ہیں۔ آج حضرت مسیحؑ کے پیرووں کی اکثریت آپکو الوہیت کا مقام دینے پر تلی ہوئی ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہم حضرت مسیح ناصریؑ کے مقام کی تعیین آپ کے اقوال کی روشنی میں کریں۔

(۱) جب حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے اہل وطن کو ان کے عبادتخانہ میں اپنی تعلیم دی تو وہ لوگ بہت حیران ہو کر کہنے لگے کہ اس کے خاندان میں سے کسی اور کو تو یہ حکمت اور معجزے نہیں ملے مگر اسے یہ سب کچھ کیونکر حاصل ہو گیا ہے؟ اس واقعہ کے بیان کے بعد متی باب ۱۳ آیت ۵۷ میں درج ہے:۔

"اور انہوں (یعنی اہل وطن) نے اس (مسیحؑ) کے سبب سے ٹھوکر کھائی مگر یسوع نے اُن سے کہا کہ نبی اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔"

اس حوالہ میں ٹھوکر کھانے والے اہل وطن کے استہزاء کو حضرت مسیح علیہ السلام نے واضح طور پر اپنی صداقت کی دلیل قرار دیتے ہوئے بتایا کہ وہ نبی کے مقام پر سرفراز کئے گئے ہیں۔ اگر آپ کو الوہیت کا مقام حاصل ہوتا تو آپ ضرور اس کا ذکر کرتے تا منکرین کو آپ کے صحیح مقام کا اندازہ ہو جاتا۔

(۲) نہ صرف یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنے آپکو صرف خدا کا نبی سمجھتے تھے بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک لہٗ ہونے کے قائل تھے اور آپ نے نہایت واضح طور پر سب کو اسی خدا کی عبادت کرنے کی تلقین کی۔ متی باب ۲۳ آیت ۹ میں مسیح علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے:۔

"اور زمین پر کسی کو اپنا باپ نہ کہو۔ کیونکہ تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمانی ہے۔"

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی اس ہدایت کے بعد اس امر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ آپ خدائے واحد کی ہستی پر کامل یقین رکھتے تھے اور سب لوگوں کو اسی پر زندہ یقین رکھنے کی تلقین فرماتے تھے۔

(۳) متی باب ۲۶ آیت ۳۶ تا ۳۹ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعہ صلیب کے بارہ میں درج ہے:۔

"اور اس وقت یسوع اُن کے ساتھ گتسمنے نام ایک جگہ میں آیا اور

اپنے شاگردوں سے کہا کہ یہیں
بیٹھے رہنا جب تک کہ میں وہاں
جا کر دعا مانگوں۔ اور پطرس اور
زبدی کے دونوں بیٹوں کو ساتھ
لے کر غمگین اور بے قرار ہونے
لگا۔ اُس وقت اُس نے اُن سے
کہا میری جان نہایت غمگین ہے
یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی
ہے۔ تم یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ
جاگتے رہو۔ پھر تھوڑا آگے بڑھا
اور مُنہ کے بل گر کر یہ دعا مانگی۔
اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ
پیالہ مجھ سے ٹل جائے تاہم جیسا
میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا
تُو چاہتا ہے ویسا ہی ہو۔"

اِس حوالہ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی کمزوری اور بے بسی کا نہایت منکسرانہ انداز میں اعتراف کیا ہے جو کسی ایسی ہستی سے ہرگز ممکن نہیں جو اللہ کی صفاتِ کاملہ سے متصف ہو۔ آپ نے اپنے بارہ میں فرمایا ہے کہ مرنے تک نوبت پہنچ گئی ہے مگر خدا تو ابد الآباد تک حیّ و قیوم ہے اور اُسے فنا نہیں۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام کے اِس قول سے یہ حقیقت پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ آپ کو کوئی خدائی طاقت ہرگز حاصل نہ تھی چہ جائیکہ الوہیت کا مقام نصیب ہو۔
عیسائی حضرات پر لازم ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وہی مقام دیں جس کا خود آپ نے دعویٰ کیا ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی جدید تحقیق اور کسرِ صلیب

پولوس ——— موجودہ عیسائیت کا بانی

(از جناب مولوی محمد اجمل صاحب شاہد بی۔اے پشاور)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائیت کے ابطال کے لئے ایسے عقلی اور نقلی دلائل اور اصول پیش کئے ہیں۔ جو اس کی جڑوں پر تبر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضور نے ایک نئی بات یہ بیان فرمائی ہے کہ موجودہ عیسائی کلیسیا اپنے عقائد کی بنیاد جن باتوں پر رکھتی ہے اس کے اصل بانی حضرت مسیح علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ پولوس رسول ہے۔ اس تعلیم کا حضرت مسیح علیہ السلام سے کچھ تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اصل اناجیل سے اس کا کچھ نشان ملتا ہے۔ چنانچہ آپ اپنی کتاب چشمہ مسیحی میں تحریر کرتے ہیں:-

"یہ مذہب جو عیسائی مذہب کے نام سے شہرت دیا جاتا ہے دراصل پولوسی مذہب ہے نہ مسیحی ...... اس مذہب میں تمام خرابیاں پولوس سے پیدا ہوئیں۔ حضرت مسیح تو وہ بے نفس تھے جنہوں نے یہ بھی نہ چاہا کہ ان کو کوئی نیک انسان کہے مگر پولوس نے ان کو خدا بنا دیا۔"

(چشمہ مسیحی صفحہ ۲۳)

اسی طرح کشتی نوح میں فرماتے ہیں:-

"یہ (پولوس) وہی شخص ہے جس نے حضرت مسیح کو جب تک وہ اس ملک میں رہے بہت دکھ دیا تھا اور جب وہ صلیب سے نجات پا کر کشمیر کی طرف چلے آئے تو اس نے ایک جھوٹی خواب کے ذریعہ سے حواریوں میں اپنے تئیں داخل کیا اور تثلیث کا مسئلہ گھڑا اور عیسائیوں پر سؤر کو جو توریت کی رُو سے ابدی حرام تھا حلال کر دیا اور شراب کو بہت وسعت دیدی اور انجیلی عقیدہ میں تثلیث کو داخل کیا تا ان بدعتوں سے یونانی بُت پرست خوش ہو جائیں۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس قلم کلام کو اب دوسروں نے بھی عیسائیت کی تردید کے لئے پیش کرنا شروع کیا ہے۔ چنانچہ پرویز صاحب اپنی کتاب "نظامِ ربوبیت" میں تحریر کرتے ہیں:-

"یاد رہے کہ موجودہ عیسائیت سینٹ پال

(اور اس کے متبع مفکرین) کی اختراع
ہے۔ جناب مسیح کی عیسائیت اس سے
مختلف تھی۔" (نظام ربوبیت حاشیہ ص ۲۱
مطبوعہ ۱۹۵۳ء)

حضور کے پیش کردہ اس بیان کو اب عیسائی مصنفین
نے بھی تسلیم کرنا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں
نیو امریکن لائبریری نے ہربرٹ ملر کی ایک کتاب
The uses of the Past شائع کی ہے
جس میں اس نے بڑی وضاحت سے اس امر کو تسلیم کیا ہے
کہ موجودہ تمام عیسائی عقائد پولوس کے پیش کردہ ہیں اور
مسیح علیہ السلام کو خدائی کی حیثیت میں اس نے پیش کیا
ہے ورنہ مسیح کی تو یہ تعلیم نہ تھی اور نہ ہی ان کے دیگر
حواری ان کو خدا مانتے تھے۔ چنانچہ تحریر کرتا ہے:-

"پولوس نے اولین کام یہ کیا کہ مسیح
کے حقیقی تاریخی وجود کو اپنے خیالات
کی بھینٹ چڑھا دیا ..... اس نے
یہ خیال پیش کیا کہ نجات صرف مسیح کے
ذریعہ وابستہ ہے۔ اس نے خود اپنی
اور عام بنی نوع انسان کی بدیوں پر
نگاہ رکھتے ہوئے عیسائیت کے عقائد
کا بنیادی پتھر مسیح کا نجات دہندہ
ہونا بیان کیا جس کے ذریعہ سے آدم
کے ہبوط سے لیکر اب تک تمام گناہوں
کا کفارہ ہوا ہے۔ پولوس نے بڑے
خلوص کے ساتھ اس انجیل کی منادی
کی جس کی تعلیم مسیح نے اپنی اناجیل
میں قطعاً نہیں دی ...... یہی وجہ
ہے کہ آجکل کے محققین پولوس کی
تبلیغی کامیابیوں کو بنظر استحسان نہیں
دیکھتے۔ چنانچہ برنارڈ شا اسکے متعلق
تحریر کرتا ہے "یہ پولوس ہی تھا کہ جس نے
اس مذہب کو جو صرف ایک انسان کو گناہ
اور موت سے نجات دیتا ہے ایسے
مذہب میں تبدیل کر دیا کہ جس سے اب
کروڑوں انسان اپنے آپ کو آزاد
سمجھتے ہیں حالانکہ ان کی فطرت صحیحہ ان
کو ملامت کرتی ہے اور وہ مذہبی زندگی
سے بالکل معرا ہیں۔" (ص ۱۵۶)

پولوس کا قبول عیسائیت

پولوس خاندانی لحاظ سے یہودی تھا اور
کلکیہ کے شہر ترسیس میں پیدا ہوا اور گملی ایل کے ذریعہ
اس کی تعلیم و تربیت ہوئی تھی۔ مسیحی حواریوں کا وہ شروع
میں شدید معاند رہا مگر اچانک ایک خواب کی بنا پر
وہ مسیحی کیمپ میں شامل ہو گیا۔ عیسائی اس کے قبول مسیحیت
کو روح القدس کی برکت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مگر
جس رنگ میں اس نے بعد میں بنیادی مسیحی عقائد کو بدلا ہے
وہ قطعاً اس بات کی گنجائش نہیں چھوڑتا کہ وہ واقعی
حضرت مسیح علیہ السلام کے مشن کی اشاعت کے لئے ایک
رسول تھا۔ کیونکہ یہ واضح امر ہے کہ جن باتوں کی حضرت
مسیح علیہ السلام نے اپنی زندگی میں تلقین کی تھی ان کے

صریح خلاف آپ کا حقیقی حواری کوئی بات نہیں کر سکتا۔ جبکہ اناجیل میں ایسے کسی حواری کے متعلق حضرت مسیح علیہ السلام کی کوئی پیشگوئی بھی موجود نہیں تھی۔

غیر قوموں میں تبلیغ اور اس کے خطرناک نتائج

پولوس کو مسیحیت کے مسلمہ اصولوں میں تبدیلی کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ وہ یہودیوں کی شدید مخالفت کے باعث غیر یہودیوں کی طرف مائل ہوا۔ چنانچہ وہ خود بیان کرتا ہے کہ :-

"ضرور تھا کہ خدا کا کلام پہلے تمہیں سنایا جائے لیکن چونکہ تم اسے رد کرتے ہو اور اپنے آپ کو ہمیشہ کی زندگی کے ناقابل ٹھہراتے ہو تو دیکھو ہم غیر قوموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ خدا نے ہمیں حکم دیا ہے کہ میں نے تجھے غیر قوموں کے لئے رسول مقرر کیا ہے۔"

(اعمال ۱۳/۴۶)

اسی وجہ سے عیسائیوں میں پولوس رسول "غیر قوموں کا رسول" مشہور ہے۔ مگر عیسائیت میں تمام خرابیاں اسی وجہ سے پیدا ہوئیں۔ کیونکہ حضرت مسیحؑ نے اپنی زندگی میں غیر یہودی اقوام کو قطعاً تبلیغ نہیں کی تھی۔ اسی طرح مسیحؑ کے دیگر حواری بھی غیر قوموں میں تبلیغ کے لئے نہیں جاتے تھے۔ چنانچہ رسولوں کے متعلق اعمال میں تحریر ہے :-

"مگر یہودیوں کے سوا اور کسی کو خدا کا کلام نہ سناتے تھے۔" (اعمال ۱۱/۱۹)

چنانچہ ایک دفعہ جب پطرس حواری نے غیروں کو منادی کی تو رسولوں نے اس کی شدید مخالفت کی چنانچہ لکھا ہے :-

"اور رسولوں اور بھائیوں نے جو یہودیہ میں تھے سنا کہ غیر قوموں نے بھی خدا کا کلام قبول کیا۔ جب پطرس یروشلم میں آیا تو مختون اس سے یہ بحث کرنے لگے کہ تو نامختونوں کے پاس گیا اور ان کے ساتھ کھانا کھایا۔"

(اعمال ۱۱/۲-۳)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے واضح ارشادات کی روشنی میں آپ کے حواری بھی سمجھتے تھے کہ ان کا مشن صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے ہے۔ مگر سب سے پہلے پولوس نے اس بات کو محسوس کیا کہ یہودی اس کی طرف مائل نہیں ہوتے بلکہ شدید مخالفت پر آمادہ ہیں تو وہ غیر قوموں میں تبلیغ کے لئے نکل کھڑا ہوا مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگرچہ وہ لوگ جلد عیسائیت کی آغوش میں آنے شروع ہو گئے مگر وہ ان احکام کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے جو تورات میں موجود تھے۔ اس لئے پولوس نے ان کے لئے نرم رویہ اختیار کیا اور ان کی ایسی تشریح کرنا پڑی کہ جن سے وہ احکامات اپنی ظاہری صورت میں بالکل ختم ہو گئے۔

شریعت کو لعنت قرار دینے کی وجہ

غیر قوموں میں تبلیغ کرتے وقت پولوس نے ان کو حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے کیلئے زور دیا مگر شریعت کے دیگر احکام پر عمل کرانا چھوڑ دیا۔ بلکہ یہ فارمولا پیش کیا کہ شریعت لعنت کا طوق ہے کہ جس پر عمل کرنے سے انسان نجات حاصل نہیں کر سکتا اور نجات کے لئے صرف حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان کافی ہے۔ چنانچہ گلتیوں کو اپنے خط میں تحریر کرتا ہے:۔

"کیونکہ جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں ..... مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔" (گلتیوں ۳/۱۰-۱۳)

اس میں کوئی شک نہیں کہ شرعی اعمال بغیر ایمان کے کچھ حقیقت نہیں رکھتے مگر وہ نقلی ایمان بغیر اعمال کے کچھ چیز نہیں اسی وجہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کا بھائی یعقوب حواری اپنے خط میں پولوس کے اس نظریہ کی واضح تردید کرتا ہے لکھا ہے:۔

"ایمان بغیر اعمال کے بیکار ہے ..... جیسے بدن بغیر رُوح کے مُردہ ہے ویسے ہی ایمان بھی بغیر اعمال کے مُردہ ہے۔" (یعقوب ۲/۲۰-۲۶)

خود حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنا مشن ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پُورا کرنے آیا ہوں۔" (متی ۵/۱۷-۲۰)

بہرحال پولوس کو غیر قوموں کی طرف متوجہ ہونے کے نتیجہ میں ان تعلیمات کی قربانی دینا پڑی جو متواتر انبیاء کی تعلیم کے نتیجہ میں یہودیوں میں راسخ تھے اور خود حضرت مسیح اور ان کے حواری ان پر کاربند تھے اور دوسروں کو بھی تلقین کرتے تھے۔ اس کی ایک واضح مثال ختنہ کی رسم ہے جس کو محض غیر قوموں میں مشکل کے نتیجہ میں ختم کر دیا گیا۔

ختنہ کے ابدی عہد کو توڑنا

یہودیوں میں ختنہ کی رسم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے ایک علامت کے طور پر قائم کی گئی تھی اور اسے ایک ضروری عہد قرار دیا گیا تھا۔ لکھا ہے:۔

"میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے۔ ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کیا کرنا ..... اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا۔"

(پیدائش ۱۷/۱۰-۱۴)

یہ ابدی عہد ابتدائی عیسائیوں میں رائج تھا مگر جب پولوس غیر قوموں کی طرف متوجہ ہوا تو وہاں پر ختنہ کا سوال پیدا ہوا جو اُن کے لئے ازحد مشکل تھا۔ اسلئے شریعت کو لعنت قرار دیکر پولوس نے اِس رسم کو ختم کر دیا۔ چنانچہ "تاریخ بائیبل"

مصنف ولیم بی جی ٹیکی بر یہی لکھا ہے :-

"اس وقت تک یہی خیال مروج تھا کہ
مسیحی ہونے سے پہلے لازم ہے کہ لوگ
ختنہ کروائیں اور پہلے یہودی بنیں۔ کئی
یہودی مسیحی ایسے موجود تھے جو موسوی
شریعت کے اختیار پر رشک کرنے کی
بجائے اپنی جان دینے کو تیار تھے پیش
قبل اس کے غیر قوموں کے داخل ہونے
کے لئے ایسے طور پر دروازہ کھولا جائے
کہ کوئی بات سدِّ راہ نہ ہو، کلیسیا کو
ایک سخت جنگ میں سے گزرنا تھا"

(تاریخ بائیبل صنا۵)

رسولوں کے اعمال کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ
شروع میں جو لوگ غیر قوموں سے مسیحی ہوئے ان کو جب ختنہ
کروانے کے لئے کہا گیا تو وہ مرتد ہو گئے جس پر ایک کونسل
بلائی گئی اور اس کے مشورہ سے یہی مناسب سمجھا گیا کہ غیر
قوموں میں سے جو لوگ مسیحی ہوں اُن کو شریعت کے احکام
کا مکلّف قرار نہ دیا جائے۔ چنانچہ پولوس اور برناس انکے
پاس گئے اور ان کو جا کر کہا :-

"روح القدس اور ہم نے مناسب جانا
کہ ان ضروری باتوں کے سوا تم پر
اَور بوجھ نہ ڈالیں۔ تم بتوں کی قربانیوں
کے گوشت سے اور لہو اور گلا گھونٹے
ہوئے جانوروں اور حرامکاری سے
پرہیز کرو۔ اگر تم ان چیزوں سے اپنے آپ کو
بچائے رکھو گے تو سلامت رہو گے"

(اعمال باب ۲۵)

اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں جو بات
صرف غیر اقوام سے ہونے والے مسیحیوں کے لئے روا رکھی گئی تھی وہ بعد میں تمام عیسائیوں نے اپنا لی۔ دراصل
یہی وہ موڑ تھا کہ جہاں سے مسیحیت اپنے صحیح موقف سے
ہٹ کر ایک ایسی "مصلحت بینی" کی وادی کی طرف مڑ گئی
جہاں پر اس کے صحیح نقوش ختم ہو گئے اور وہ بالکل مسخ صورت
میں دنیا میں رہ گئی ۔

حلّت و حُرمت کی تنسیخ

ایک وقت پولوس کو غیر اقوام میں تبلیغ کیلئے
یہ پیش آئی کہ موسوی شریعت میں حلال و حرام کے متعلق واضح
احکام موجود تھے مگر غیر قومیں ان کو اپنانے کے لئے تیار نہ
تھیں۔ اس لئے پولوس نے اس کے متعلق جو رویہ اختیار کیا
وہ ایسا تھا کہ اس سے حلّت و حرمت کی تمام قیدیں ختم ہو جاتی
ہیں اور یہ بات ہر انسان پر چھوڑ دی گئی ہے کہ وہ جس چیز کو
چاہے اپنے لئے حلال کرے یا حرام سمجھے۔ چنانچہ رومیوں کو
لکھتا ہے :-

"مَیں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی چیز بذاتِ
خود حرام نہیں لیکن جو اسے حرام سمجھتا ہے
اس کے لئے حرام ہے . . . کیونکہ خدا
کی بادشاہت کھانے پینے پر نہیں"

(رومیوں $\frac{۱۴}{۱۴ \text{ تا } ۲۱}$)

اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت
مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ پولوس نے سؤر اور

شراب وغیرہ کو جو کہ رومیوں میں رائج تھیں حلال کر دیا حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے واضح طور پر ان کی حرمت بیان کی ہے۔ بعض عیسائی کہہ دیتے ہیں کہ پولوس نے یہ حکم روح القدس کی بنا پر دیا تھا مگر عجیب امر یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ اور اُن سے قبل تمام انبیاء جن باتوں کی تلقین کرتے رہے وہ پولوس کے کہنے سے یکسر ختم ہو گئیں۔ حالانکہ اس بات کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ واقعی یہ روح القدس کا حکم تھا۔

پولوس کی مصلحت بینی کی پالیسی

غرض پولوس نے غیر اقوام کو جب مسیحیت کی تبلیغ کی اور وہ اسمیں داخل ہوئے تو ان کی مشکلات کے پیش نظر شرعی احکام کا ان کو مکلف قرار نہ دیا اور صرف مصلحت بینی کے اصول پر ہر جگہ ان کے حالات کے مطابق انکو تعلیم دی۔ گویا وہ "مرغ باد نما" ہے جو ہوا کے ہر جھونکے کے ساتھ اپنا رُخ بدل لیتا ہے۔ پولوس خود کہتا ہے:۔

"میں یہودیوں کے لئے یہودی بنا تا کہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں۔ جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں اُن کے لئے میں شریعت کے ماتحت ہوا تا کہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں (اگرچہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا) بے شرع لوگوں کے لئے بے شرع بنا تا کہ بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں ۔۔۔۔ کمزوروں کیلئے کمزور بنا تا کہ کمزوروں کو کھینچ لاؤں۔ میں سب آدمیوں کیلئے سب کچھ بنا ہوا ہوں تا کہ کسی طرح سے بعض کو بچاؤں" (۱۔کرنتھیوں ۹/۱۹-۲۲)

پولوس کے نزدیک صرف ایک بات تھی کہ کسی طرح مسیح علیہ السلام کو لوگ مان لیں۔ اسلئے اس نے حضرت مسیحؑ کے ایمان پر زور دیا اور باقی شرعی امور اور اعمال کو بجالانا ضروری قرار نہ دیا اور گناہوں سے بچنے کیلئے بھی حضرت مسیحؑ پر ایمان لانا کافی قرار دیا۔ اس کے انہی خیالات نے آئندہ چل کر مسیحؑ کی ابنیت اور کفارہ کی شکل اختیار کر لی کیونکہ پولوس نے یہ بات اپنے خطوط میں بار بار بیان کی ہے کہ نجات "اعمال کی شریعت" سے نہیں ہے بلکہ "ایمان کی شریعت" سے ہے اور اس سے مراد اسکی صرف مسیحؑ اور اسکی صلیبی موت پر ایمان تھا کہ جس سے تمام گناہ دھل جاتے ہیں۔

پولوس کے ان خیالات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سب سے پہلے تمام بنی نوع انسان کے پیدائشی گنہگار ہونیکا تصور پیش کیا اور پھر اسکے علاج کے طور پر مسیحؑ کے کفارہ کا عقیدہ رائج کیا۔ چنانچہ ہربرٹ ڈلّر پولوس کے متعلق تحریر کرتا ہے:۔

"پولوس ہی وہ سب سے پہلا انسان ہے کہ جس نے دوسرے دیوتاؤں کی طرح یہ عقیدہ مسیح کے متعلق پھیلایا کہ اس نے جان بوجھ کر اپنے آپکو بنی نوع انسان کی نجات کیلئے قربان کر دیا۔۔۔ تاریخی طور پر بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ نجات دہندہ کا مترادف لفظ قربانی کا بکرا (Scape goat) ہے۔ پرانے لوگ ایک بکرے کے سر پر اپنے گناہوں کا بوجھ رکھ کر اسے جنگل کیطرف ہانک دیتے یا پہاڑ کی چوٹی سے دھکا دیدیتے۔" (دی لوسس آف دی پاسٹ صفحہ ۱۵۹)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اب نئے محققین نے اس حقیقت کا اعتراف کرنا شروع کر دیا ہے کہ موجودہ عیسائی عقائد پولوس کے ایجاد کردہ ہیں اور مسیحؑ کی تعلیمات کا ان سے کچھ تعلق نہیں۔ یہی وہ بات ہے جو آج سے ستر سال قبل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی تھی کہ صلیب کیلئے آپ کا یہ کاری حربہ بالآخر اس قدر موثر ثابت ہوگا کہ مسیحؑ کی ابنیت، تثلیث اور کفارہ کے پجاری حقیقی اسلام کے

اُمّتِ موسویہ اور اُمّتِ محمدیہ میں مماثلت

اُمّتِ محمّدیہ حضرت مسیح ناصریؑ کی محتاج نہیں

(حضرت قاضی محمد ظہور الدّین صاحب اکمل)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولقد آتینا موسی الکتٰب فلا تکن فی مریۃ من لقائہٖ۔ لقاء سے مراد آمنا سامنا ہے یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) موسیٰؑ کے مثیل ہیں جیسا کہ تورات میں پیشگوئی تھی اور قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً۔ پھر اگلی آیات میں مماثلتوں سے اس کی تصریح کردی۔ ایک تو مکمل کتاب۔ تورات تو ھدًی لبنی اسرائیل ہے مگر جو کتاب آپؐ کو دی جائیگی وہ مکمل اور ھدًی للعالمین ہوگی۔ دوم وجعلنا منھم ائمّۃً یھدون بامرنا۔ یعنی اسرائیلی امتِ موسوی میں ائمہ ہوتے جو مامور ربانی ہوکر ان کی رہنمائی کرتے رہے۔ اسی طرح امتِ محمدیہ میں ائمہ مامور ہوں گے۔ اور اسمیں یہ بھی بتا دیا کہ آخری خلیفہ ایک مسیح بھی ہوگا۔ چونکہ مشبّہ اور مشبّہ بہ ایک نہیں ہوتے اسلئے کما استخلف الّذین من قبلھم کے مطابق وہی پہلا عیسیٰ نہیں ہوگا بلکہ مثیل۔ اگر پہلا صرف بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہوا (رسولاً الیٰ بنی اسرائیل) تو یہ عالمین اور جمیع نسلِ انسانی کے لئے ہے۔ پس عیسائیوں کا طنزیہ ادّعا کہ آخری زمانہ میں امتِ محمدیہ کی اصلاح و امداد کیلئے ہمارے خداوند مسیح کی احتیاج لازم ہوئی غلط ٹھہرا۔ اسکی نسبت بتصریح اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ توفوت ہوچکا اور مُردے اِس دنیا میں (میرا فیصلہ ہے) نہیں آئینگے انھم لا یرجعون۔ چنانچہ اسی امتِ محمدیہ میں سے مسیح پیدا ہوا جو یُحیی الدّین ویقیم الشریعۃ کا فریضہ اکنافِ عالم میں بطورِ احسن بجالا رہا ہے جسکا اقرار مشرق و مغرب میں تو عیسائی کر رہے ہیں۔ بجائے اسکے کہ مسیح ناصریؑ امتِ محمدیہ کی نصرت و ارشاد کرتا اسکے پیروؤں کی مزعومہ صلیب توڑ کر رکھ دی اور دجال و یاجوج و ماجوج کی نشان دہی کی اور انکے تہس نہس ہونے کی خبر دی اور اللہ تعالیٰ نے یأتی علیك زمنٌ کمثل زمن موسیٰ کی وحی بھیجکر لقاءِ موسیٰ کا پہلو واضح کیا۔ چنانچہ انا ارسلنا علیھم الطوفان والجراد کے مطابق اس وقت شرق و غرب کے تمام ملکوں پر غیر معمولی سیلابوں کا عذاب مسلّط ہے جسکے عالمگیر اور تاریخِ دنیا میں بے نظیر ہونیکا اقرار اقوامِ عالم کا ہر طبقہ بزبانِ حال و مقال کر رہا ہے اور ٹڈی دل بھی جلے پر حملہ کرکے نقصان پہنچا رہا ہے اور جن اسباب پر بھروسہ ہے وہ سائنسی طریقے سب ناکام ثابت ہو رہے ہیں۔ غرض تسع آیات کا ظہور ہے۔ دیکھنے والی آنکھیں دیکھ رہی ہیں اور سُننے والے کان سُن رہے ہیں۔ جاء المسیح جاء المسیح۔ یہ مسیح امتِ محمدیہ کا فردِ اکمل ہے جس نے صلیب کو توڑ دیا اور یقتل الخنزیر (خنزادری) کے مطابق ہر بدعقیدے کا قلع قمع کرکے مخلوق کا رشتہ از سرِ نو خالق سے جوڑ دیا۔ فسلام و صلوٰۃ اللّٰہ علیہ وآلہ وخلفائہ

الفرقان کے خاص معاونین

{ مندرجہ ذیل احباب نے دس سالہ خریداری منظور فرما کر رسالہ کی خاص اعانت فرمائی ہے ہم اُن کے لئے درخواستِ دُعا ہے۔ جزاھم اللہ خیراً۔ (ایڈیٹر) }

ربوہ دار الہجرت

- سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی۔
- حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب
- حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی
- حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب
- جناب چوہدری محمد شریف صاحب قاضی ایم۔اے
- جناب رشید احمد صاحب ثاقب ایم۔اے
- جناب چوہدری محمد لطیف صاحب ایم۔اے گھانا
- حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری
- حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب بھٹی۔
- جناب چوہدری محمد یحیٰ حسن صاحب باجوہ
- جناب ڈاکٹر محمد یحیٰ صاحب ملبیقہ آنبہ دار الرحمت

قادیان دار الامان

- حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر جماعت
- جناب صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب
- جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی
- جناب چوہدری سعید احمد صاحب بی۔اے
- جناب چوہدری محمد عبد اللہ صاحب
- جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل ماسٹر
- جناب سید شہامت علی صاحب صاحب رتن
- جناب حافظ سخاوت علی صاحب شاہجہانپوری
- جناب مسعود احمد صاحب آتش شاہجہانپوری
- جناب ملک بشیر احمد صاحب آئی سپیشلسٹ
- جناب ڈاکٹر عطاء دین صاحب
- جناب مولوی نور الدین صاحب نائل
- جناب چوہدری منور علی صاحب فوٹوگرافر
- جناب عبید الرحمٰن صاحب فانی
- جناب چوہدری عبد العزیز صاحب

ضلع جھنگ

- جناب میاں بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ
- جناب ملک محمد حیات صاحب نسوآنہ
- جناب چوہدری عبد الحلیم خان صاحب مولوی فاضل
- جناب حافظ مبارک علی تیلی صاحب
- والد احمد علی خان صاحب چنیوٹ۔

ضلع سرگودھا

- جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ
- جناب حافظ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب
- جناب چوہدری جلال الدین صاحب کھوکھر بلوچی
- جناب شیخ محمد اقبال صاحب پراچہ یونائیٹڈ بس لمیٹڈ سرگودھا۔
- جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب آڑھتی۔
- جناب میجر شمیم احمد صاحب جوہر آباد۔

ضلع لاہور

- جناب چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ۔
- جناب چوہدری محمد شفیع صاحب کمیشن ایجنٹ پتوکی۔
- جناب خواجہ محمد شریف صاحب برانڈرتھ روڈ
- جناب امیر الدین صاحب دتن باغ
- جناب ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب
- جناب چوہدری فتح محمد صاحب لاہور ہریکے ٹرانسپورٹ
- جناب محمد ابراہیم صاحب ریاض مدینڈو مرو
- جناب چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ
- جناب چوہدری نور احمد خان صاحب گوالمنڈی
- جناب سراج الدین صاحب نسبت روڈ۔
- جناب چوہدری عبد الحکیم خان صاحب میکلوڈ روڈ
- جناب میجر بشیر احمد صاحب ایس۔ڈی۔او
- جناب قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ
- جناب چوہدری عبد المجید صاحب ماڈل ٹاؤن
- جناب ڈاکٹر محمد عبد الحق صاحب ایم بی بی ایس
- جناب ملک عبد اللطیف صاحب ستکوہی
- جناب حافظ عبد الکریم صاحب مختار
- جناب محمد عثمان صاحب بلکشی مینشن
- جناب ایس۔ایم شیخ صاحب کوثر مینیجنگ ڈائرکٹر کوثر کمپنی لمیٹڈ
- جناب حکیم سراج الدین صاحب بھاٹی گیٹ
- جناب ڈاکٹر احسان علی صاحب میکلوڈ روڈ
- جناب مسٹر اے رحمٰن صاحب مال روڈ
- جناب چوہدری فضل الرحمٰن صاحب مال روڈ
- جناب شیخ فضل احمد بشیر احمد صاحبان کرشن نگر آباد
- جناب رشید احمد صاحب ملک
- جناب صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب
- جناب خلیفہ صاحب میاں محمد یوسف صاحب
- جناب مرزا عبد الرحمٰن صاحب ناصر مرحوم
- جناب شیخ محمد شریف صاحب سمن آباد

- جناب ماسٹر حسن دین صاحب اوی پارک
- جناب شیخ بشیر احمد صاحب ٹھیکیدار
- جناب میجر چوہدری عزیز احمد صاحب کمانڈر لاہور چھاؤنی۔
- جناب عبدالرشید صاحب افریقہ جسونت بلڈنگ۔
- جناب چوہدری محمد لطف اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ۔ سمن آباد۔
- جناب حضرت اثر یا شاہ صاحب ایم اے
- جناب خواجہ امیر بخش صاحب آف آسٹریلیا

راولپنڈی

- جناب سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب صدر
- جناب شیخ غلام حیدر صاحب کالج روڈ
- جناب صوفی محمد شفیع صاحب عمدہ
- جناب چوہدری میجر عزیز احمد صاحب
- محترمہ بیگم صاحبہ جناب میاں حیات محمد صاحب
- جناب کیپٹن محمد آئی صاحب مری روڈ۔
- جناب محمد یونس صاحب فاروقی سٹیلائٹ ٹاؤن۔
- جناب محی الدین صاحب بابار روڈ مری روڈ
- جناب سید مقبول احمد صاحب ڈھوک کی روڈ۔
- جناب کیپٹن اسد اللہ خاں احمد صاحب
- جناب سید منظور علی صاحب سیٹلائٹ ٹاؤن
- جناب ملک منظور محمد صاحب کالج روڈ۔
- جناب ایم۔ اے غنی صاحب بی۔ اے
- جناب ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب فاکی بی۔ اے
- جناب قاضی بشیر احمد صاحب بھٹی کشمیری بازار۔
- جناب چوہدری بشیر احمد صاحب موٹر ٹریڈرز لمیٹڈ۔
- جناب صاحبزادہ مرزا منظور احمد صاحب

ضلع ملتان

- جناب ملک عمر علی صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع ملتان۔
- جناب پیر نصیر احمد صاحب ٹیوڈور ٹین۔
- جناب عبدالحفیظ صاحب ایڈووکیٹ۔
- جناب ڈاکٹر رشید احمد صاحب ایم بی بی ایس بورے والہ۔
- جناب محمد نعیم، محمد ابرہیم، محمد سلیم صاحبان دنیا پور۔
- جناب ماسٹر نواب الدین صاحب ایم اے
- جناب شیخ محمد اکرم، محمد سلیم صاحبان کیش ایجنٹ دنیا پور۔
- جناب چوہدری تنویر احمد خان صاحب جیم گیٹ ملتان۔
- جناب چوہدری محمد اکرام احمد صاحب اوکاڑہ سیڈ کمپنی۔
- جناب شیخ محمد حنیف صاحب نمبر ۲ دنیا پور
- جناب سیٹھ اللہ دتا صاحب چک نمبر آگرہی
- جناب چوہدری عبداللطیف صاحب
- جناب بشارت احمد صاحب باجوہ اوورسیر بیراں غائب۔
- جناب شیخ عبدالغفور صاحب ٹیوب ویل نمبر حشمت مرالی۔

ضلع شیخوپورہ

- جناب چوہدری انور حسین صاحب ایڈووکیٹ
- جناب شیخ محمد بشیر صاحب آزاد نیالوی منڈی مریدکے۔
- جناب ڈاکٹر عطاء الدین صاحب ان لیریا آفیسر

ضلع گوجرانوالہ

- جناب عبدالرحمٰن صاحب صابر مینیجر سنگر مشین کمپنی۔
- جناب میاں برکت علی غلام احمد صاحبان وزیر آباد۔
- جناب چوہدری محمد شریف صاحب فیروز والہ
- جناب میاں محمد شریف صاحب باغبانپورہ
- جناب چوہدری عبدالحمید صاحب تھانہ بازار
- جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب باگوار وزیر آباد۔
- جناب چوہدری مقبول احمد صاحب انسپکٹر ریلوے۔
- جناب سید سجاد حیدر صاحب اکال گڑھ
- جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب اینڈ برادرز وزیر آباد۔
- جناب میاں محمد خان، اکبر علی صاحبان وزیر آباد۔
- جناب میاں عنایت اللہ صاحب فاروق نظام آباد۔
- جناب ملک منظور احمد صاحب لاہوری گیٹ وزیر آباد۔
- جناب میاں قمر الدین صاحب کھوکھر مرحوم گوجرانوالہ۔
- جناب چوہدری پیر محمد صاحب ہیڈ کلرک
- جناب چوہدری عزیز اللہ خان صاحب

ضلع جہلم

- جناب سیٹھی عبدالحی صاحب چین بازار۔

ضلع گجرات

- جناب چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ۔
- محترمہ بیگم صاحبہ جناب سید عبدالعزیز صاحب منڈی بہاؤالدین۔
- جناب مرزا صفدر جنگ ہمایوں صاحب ملکوال
- جناب مولا داد مبارک محمد صاحب کھاریاں

ضلع سیالکوٹ

- جناب چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ نائب امیر جماعت احمدیہ۔
- جناب حکیم سید پیر احمد شاہ صاحب
- جناب چوہدری عبدالستار صاحب دیگانوالی
- جناب محمد علی صاحب ہیڈ ماسٹر کوٹ جیسا

• جناب میاں سلطان احمد خاں صاحب منڈیکے گورائیہ -
• جناب چوہدری غلام حسین صاحب گوہدپور
• جناب چوہدری خالد سیف اللہ خان صاحب
• جناب میجر چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ
• جناب رانا عبدالحمید خان صاحب کنجروڑ

کوئٹہ

• جناب شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ
• جناب شیخ کریم بخش صاحب مرحوم
• جناب شیخ محمد اقبال صاحب جناح روڈ
• جناب شیخ عبدالاحد صاحب تاجر
• مجلس خدام الاحمدیہ شارع فاطمہ جناح
• جناب خلیفہ عبدالرحمن صاحب
• جناب ماسٹر عبدالکریم صاحب
• جناب سید قربان حسین شاہ صاحب
• جناب محمد عبدالحق صاحب جنجوعہ میڈیکل ہال
• احمدیہ پبلک لائبریری شارع فاطمہ جناح
• جناب خان عبدالوحید خان صاحب قلات کول کمپنی -
• جناب ڈاکٹر میجر سراج الحق خان صاحب
• جناب چوہدری محمود احمد صاحب
• جناب عطاء الرحمن خان صاحب منشی روڈ

اضلاع سابق صوبہ سندھ

• جناب چوہدری سلطان علی صاحب محراب پور
• جناب نصیر احمد خان صاحب ناصرحاپور
• جناب حاجی عبدالرحمن صاحب رئیس باندھی
• جناب محمد عبداللہ صاحب " "
• جناب ملک علاؤ الدین صاحب گوٹھ علاؤ الدین
• جناب چوہدری عطا محمد صاحب گوٹھ امام بخش
• جناب چوہدری محمد عبداللہ صاحب
• جناب چوہدری غلام نبی صاحب
• جناب چوہدری برکت علی صاحب گوٹھ سردار محمد پنجابی -
• جناب حاجی کریم بخش صاحب گوٹھ قمر آباد
• جناب ڈاکٹر فقیر محمد صاحب
• جناب رئیس عبدالحمید صاحب باندھی
• جناب چوہدری صادق احمد صاحب دریا خان مری -
• جناب ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب نواب شاہ
• جناب سیٹھ محمد دین صاحب مرحوم "
• جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب پریذیڈنٹ نواب شاہ
• جناب چوہدری نتھے خان صاحب گوٹھ نتھے خاں -
• جناب چوہدری غلام رسول صاحب گوٹھ غلام رسول -
• جناب ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب صدیقی میرپور خاص -
• جناب بابو عبدالغفار صاحب رسالہ روڈ حیدرآباد -
• جناب چوہدری شاہ دین صاحب گوٹھ شاہ دین -
• جناب فضل الرحمن خان صاحب زیل پاک سیمنٹ فیکٹری حیدرآباد
• جناب چوہدری تفضل احمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت رحیم یار خان -
• جناب ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب نسیم آباد
• جناب حاجی قمر الدین صاحب گوٹھ قمر آباد
• جناب چوہدری شریف احمد صاحب کرونڈی -
• جناب چوہدری رحمت اللہ صاحب ڈیرہ نواب صاحب -

بہاولپور

• جناب عزیز محمد خان صاحب بہاولپور
• جناب مولوی غلام نبی صاحب ایاز
• جناب چوہدری غلام احمد صاحب اشرف

کراچی

• جناب شیخ رحمت اللہ صاحب امیر جماعت احمدیہ
• جناب مرزا محمد بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ
• جناب ملک مبارک احمد صاحب
• جناب ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب کامٹی والے
• جناب چوہدری غلام احمد صاحب فردوس کالونی -
• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب ہتیر
• جناب میاں عطاء الرحمن صاحب طاہر
• جناب حافظ عبدالغفور صاحب ناصر
• جناب چوہدری محمد خالد صاحب
• جناب چوہدری مسعود احمد صاحب خورشید
• جناب محمد شریف صاحب چغتائی -
• محترمہ انور سلطانہ صاحبہ بیگم ایم - اے ارشاد صاحب
• جناب عبدالرزاق صاحب مہتہ پیر الٰہی بخش کالونی -
• جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم - اے
• جناب مولوی صدرالدین احمد صاحب
• محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مولوی صدرالدین احمد صاحب
• جناب میجر محمد عبداللہ صاحب بہار -
• جناب ملک رشید احمد صاحب قیصر ریسٹورنٹ بندر روڈ -
• جناب چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب
• جناب چوہدری شاہنواز صاحب شاہ نواز لمیٹڈ -
• جناب چوہدری احمد مختار صاحب منیجر المختار لمیٹڈ -
• جناب چوہدری احمد جان صاحب اکبر منزل
• جناب میجر عبداللطیف صاحب ایرکنٹ
• جناب چوہدری شریف احمد صاحب شریف اینڈ
• جناب عبدالرحیم صاحب مہوش ہارٹن روڈ
• جناب بشیر احمد صاحب ڈرائیور کراچی -

بہاولنگر

- جناب چوہدری غلام قادر صاحب کمیشن ایجنٹ۔
- جناب چوہدری علم الدین صاحب کمیشن ایجنٹ ہارون آباد۔
- جناب مولوی محمد شفیع صاحب ٹھیکیدار چک 166/7.R۔
- جناب چوہدری بشیر احمد صاحب چک 105/6.R۔
- جناب چوہدری عبدالعزیز صاحب باجوہ ہارون آباد۔

پشاور

- جناب محمد سعید احمد صاحب لنڈی آباد
- جناب نوابزادہ محمد امین خان صاحب بتول شہر۔

لائل پور

- جناب مبارک علی صاحب راجباہ روڈ
- جناب مولوی برکت علی صاحب لائق لدھیانوی جڑانوالہ۔
- جناب شیخ الحاج عبداللطیف صاحب
- جناب رانا محمد نسیم صاحب معرفت رانا چراغ دین صاحب چک 294 گ ب۔

دیگر اضلاع

- جناب چوہدری محمد شریف صاحب امیر جماعت منٹگمری
- جناب شیخ محمد صاحب سکول دینالہ اسٹیٹ
- جناب مرزا امیر محمد خان صاحب قیصرانی ضلع ڈیرہ غازی خان۔
- جناب قاضی محمد برکت اللہ صاحب ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج میرپور۔
- جناب سید بشیر احمد شاہ صاحب مانسہرہ
- جناب ڈاکٹر مرزا عبدالرؤف صاحب کیمبل پور۔

مشرقی پاکستان

- جناب الحاج ایم حسن صاحب امیر جماعت احمدیہ ڈھاکہ
- جناب قاضی خلیل الرحمٰن صاحب خادم بخشی بازار روڈ ڈھاکہ۔
- جناب محمد سلیمان صاحب ڈھاکہ۔
- جناب مولوی ابوالخیر محب اللہ صاحب محمد نگر
- جناب صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب ڈھاکہ
- جناب ڈاکٹر عبدالصمد صاحب ڈی۔ پی۔ ایچ نارائن گنج۔
- جناب شیخ عبدالحمید صاحب ڈھاکہ۔
- جناب مسٹر ظفر احمد صاحب میاں اینڈ کمپنی ڈھاکہ
- جناب چوہدری سیف اللہ خان صاحب سیفی
- جناب ملا محمد کریم صاحب ڈھاکہ۔
- جناب چوہدری انور احمد صاحب کاہلوں نارائن گنج۔
- جناب ملک محمد طفیل صاحب ڈھاکہ۔
- جناب محمد حبیب اللہ صاحب نارائن گنج۔
- جناب سید میر ضیاء الحسن صاحب چٹاگانگ
- جناب چوہدری احسان اللہ صاحب چٹاگانگ
- جناب میاں محمد انور، ڈاکٹر محمد شفیق صاحبان چٹاگانگ۔
- جناب احمد علاؤ الدین صاحب چٹاگانگ۔
- محترمہ محمودہ بیگم سعدی صاحبہ چٹاگانگ۔

بھارت

- جناب مولانا محمد سلیم صاحب کلکتہ۔
- جناب مولانا بشیر احمد صاحب امیر جماعت
- جناب میاں محمد حسین صاحب کلکتہ۔
- جناب فضل احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ پٹنہ
- جناب کمال الدین صاحب مدراس۔
- جناب محمد عبداللہ صاحب بی۔ ایس سی ایل ایل بی حیدرآباد دکن۔
- جناب مولوی سراج الحق صاحب حیدرآباد دکن۔
- جناب صدیق امیر علی صاحب مالابار۔
- جناب میاں محمد عمر صاحب پنجاب ہاؤس
- جناب مولوی شمس الدین صاحب کلکتہ
- جناب میاں محمد بشیر صاحب بنگال کلکتہ۔
- جناب سیٹھ محمد الیاس صاحب حیدرآباد دکن
- جناب سیٹھ معین الدین صاحب چنتہ کنٹہ ضلع محبوب نگر۔
- جناب سید بشیر الدین صاحب کلکتہ
- جناب سیٹھ محمد صدیق صاحب کلکتہ

لندن

- جناب چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب مولوی فاضل۔

دیگر ممالک

- جناب صالح الشیبی المہدی صاحب سورابایا۔ انڈونیشیا۔
- محترمہ امۃ النصیر صاحبہ اہلیہ مکرم صالح الشیبی صاحب۔
- جناب چوہدری نذیر احمد صاحب ایم۔ ایس سی کماسی۔ غانا۔
- جناب مسٹر محمد ناظم خان صاحب خوری مشرقی افریقہ۔
- جناب ایم۔ اے ظفر صاحب ایم۔ بی۔ ای۔ ایس تابورہ۔ ٹانگانیکا۔
- جناب مولانا محمد اسمعیل صاحب منیر روزہل۔ ماریشس۔
- جناب چوہدری عبدالستار صاحب کویت
- جناب ایم۔ اے ہاشمی صاحب کویت۔
- جناب سید عبدالرحمٰن صاحب امریکہ۔
- احمدیہ مسلم مشن نائیجیریا بذریعہ جناب مولوی رشید الدین صاحب۔
- جناب حکیم طاہر محمد صاحب سنگاپور ملایا ؏

جناب مودودی صاحب نے "جواب" دے دیا

احباب کو یاد ہے کہ جناب مودودی صاحب کے رسالہ "ختم نبوت" کا مفصل اور مدلل جواب ہم نے الفرقان کے خاتم النبییّن نمبر (اپریل مئی ۱۹۶۲ء) میں شائع کیا تھا۔ یہ خاص نمبر ہم نے براہِ راست بھی جناب مودودی صاحب کو بھجوایا تھا۔ اور بھی کئی دوستوں نے یہ رسالہ ان کو بھجوایا اور بعض غیر احمدی احباب نے بھی جناب مودودی صاحب سے اس کے جواب کا مطالبہ کیا۔ ایسے ایک دوست کو جناب مودودی صاحب نے ۲۱/۶/۶۲ کو لکھا کہ:-

" مکرمی و محترمی - السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

آپ کا خط ملا۔ جواب تو دنیا میں ہر چیز کا دیا جا سکتا ہے خصوصاً قادیانی حضرات تو ہر وقت جواب لکھنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ مگر میں صرف انہی باتوں کو قابلِ التفات سمجھتا ہوں جن میں کوئی وزن ہو۔ مجھے الفرقان کے مضمون میں کوئی وزنی بات نظر نہیں آئی۔ چند وضاحت طلب امور کی توضیح ختم نبوت کے تازہ ایڈیشن میں کر دی گئی ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ"

الفرقان - ہم نے تو جناب مودودی صاحب کے آخری ایڈیشن کا ہی جواب دیا ہے۔ اس کے بعد کوئی ایڈیشن ترمیم سے شائع نہیں ہوا۔ جناب مودودی صاحب کا یہ جواب علمی بحث سے گریز اور عجز پر شاہد ناطق ہے۔

ابوالعطاء